تقاضے
پبلی کیشنز لاہور کے زیرِ اہتمام
ایڈیٹر: پیام شاہجہان پوری
ہفت روزہ
احسان لاہور
فرعون نمبر
قدیم مصر کا
ایک بادشاہ (فرعون)
جسے غلطی سے فرعونِ موسیٰؑ سمجھ لیا گیا
فرعون (منفتاح) جس کی نعش قاہرہ کے عجائب گھر میں درسِ عبرت دے رہی ہے
بوڑھا فرعون (منفتاح) جو حضرت موسےؑ کا تعاقب کرتے ہوئے مع اپنے جرنیلوں کے بحرِ قلزم میں غرق ہو گیا
فرعون کا دیوتا
ایک آمرِ مطلق جو خود کو "قادرِ مطلق" کہلواتا تھا مگر عقیدے کا اتنا کمزور کہ اس بے جان بت سے مرادیں مانگتا تھا۔
قیمت ۶ روپے
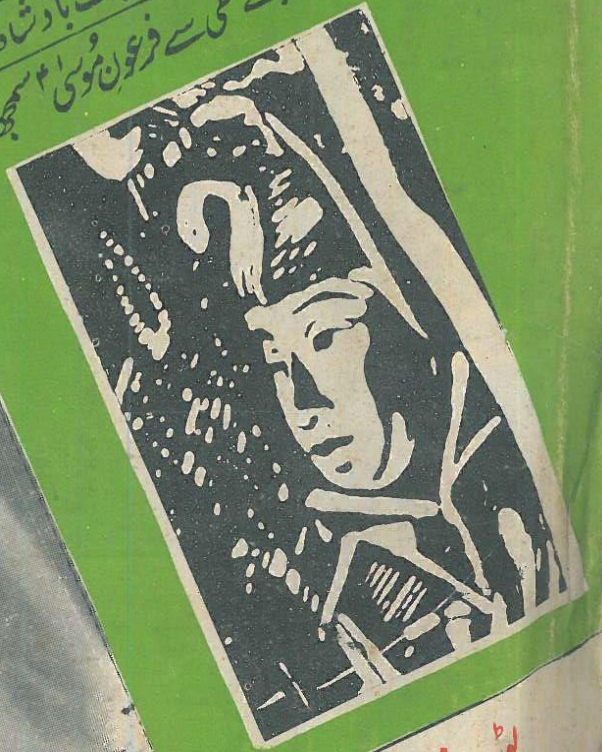
انکشاف

"فرعون" نمبر کے گذشتہ ایڈیشن کے لیے ایک محترم کرم فرمانے فرعونِ موسیٰ کی لاش کی تصویر عنایت فرمائی جو موصوف کے اعتماد پر شائع کر دی گئی تھی، انھوں نے غالباً "انبیائے بنی اسرائیل" نامی کتاب پر اعتماد کیا لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ اس فرعون کی لاش کی تصویر نہیں ہے جو حضرت موسیٰ کا تعاقب کرتا ہوا ہلاک ہوا تھا بلکہ ایک اور فرعون ہے، قدیم مصر کے بہت سے حکمرانوں کا لقب فرعون تھا۔ اب ایک مہربان جناب فرید احمد تبسم کی عنایت سے اُس فرعون کی تصویر مل گئی ہے جو حضرت موسیٰ کا تعاقب کرتا ہوا بحیرۂ قلزم میں ڈوب کر ہلاک ہوا تھا۔ یہ تصویر قاہرہ کے عجائب گھر سے حاصل کی گئی ہے جہاں فرعون کی لاش محفوظ ہے اس کے درست ہونے میں اس لیے شک نہیں ہو سکتا کہ اس کے تابوت کے ساتھ جو تختی رکھی ہوئی ہے اس پر اس کا نام (منفتاح) درج ہے اور سالِ وفات ۱۲۲۵ قبلِ مسیح بھی۔ اس کا ایک اور پوز ہمارے پاس بھی محفوظ ہے جو اس خصوصی شمارے میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور نئی معلومات بھی اس دوران حاصل ہوئیں جو اس نمبر میں شامل کی جا رہی ہیں، کچھ غلطیاں گذشتہ نمبر میں رہ گئی تھیں یعنی سنوں، کی انہیں بھی درست کر دیا گیا ہے۔

(ادارہ)

جلد ۸ شمارہ ۲۴
بکم نومبر تا ۱۵ نومبر ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر :- پیام شاہجہانپوری
مینجنگ ایڈیٹر : رضی الدین احمد

(دوسرا ایڈیشن)

اداریہ

فرعون

کچھ دوزخیوں نے دیکھا کہ فرعون دوزخ میں پڑا زیرِ لب کچھ کہہ رہا ہے ، اُنہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کس سے باتیں کر رہا ہے ؟

فرعون نے جواب دیا کہ میں خدا کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ اے اللہ تو مجھے تو غرق کر دیا مگر ان فرعونوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے جو آج بھی دُنیا پر ظلم و ستم سے حکمرانی کر رہے ہیں ———

تب ایک آواز آئی کہ فکر نہ کر تیرا جسم تو محفوظ کر لیا گیا تھا مگر ان فرعونوں کے جسم کا ایک ٹکڑا بھی باقی نہ رہے گا کیونکہ تجھے تو اپنے رب پر ایمان لانے کے بعد مہلت ہی نہ ملی اور نہ تیرے سامنے عبرت کا کوئی نمونہ موجود تھا لیکن ان کے سامنے تو عبرت کا نمونہ بھی موجود ہے اور یہ ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں ۔

(ایڈیٹر)

(یکم جون ۱۹۸۶ء کے فرعون نمبر کا اداریہ)

ہفت روزہ
"احسان لاہور"
تقاضے
...کیشنز لاہور کے زیرِ اہتمام
...ف رپورٹر
محمد محسن
...ب مدیرِ اعزازی
...شتاق اعوان
...زی مشیر قانونی
...بر احمد ملک ایڈووکیٹ
...ری نمائندہ خصوصی
...ور عباس ارشد
...رِ سالانہ ـــ ۱۰۰ روپے
...تی دوامی ۱۰۰۰ روپے
رابطہ آفس
...۲۳ عوامی فلیٹس
...واز گارڈن ۔ لاہور
...پبلشر : محمد محسن
لاہور آرٹ پریس ۔ لاہور
مقامِ اشاعت
...پریس بلڈنگ ۱۵ نیو انار کلی لاہور

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہِ تالیف

ایک صاحب نے کچھ قلمی نوٹس اس فقیر کو بھجوائے لیکن اپنا نام اور پتہ پردۂ اخفا میں رکھا۔ جب میں نے ان نوٹس کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ بلاشبہ یہ حوالے بڑی تحقیق سے جمع کئے گئے ہیں۔ مطالعے کے بعد احساس ہوا کہ ان میں اضافہ کیا جاسکتا ہے، انہیں پھیلایا جاسکتا ہے اور انہیں ترتیب دے کر ایک اچھا مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے چنانچہ میں نے اس موضوع سے متعلق متعدد کتابوں کا مطالعہ کیا۔ لائبریریوں سے لے کر لاہور میوزیم تک خاک چھانی اس طرح بعض بڑے مفید او قیمتی حوالے حاصل ہوئے جنہیں اپنے "بے نام" کرم فرما کے مرسلہ نوٹس کے ساتھ ترتیب دیا۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کی تاریخ اپنے پس منظر کے ساتھ ایک نئے انداز سے مرتب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ اپنے اندر بہت بصائر و موعظت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسے آمر کی داستان ہے جو اقتدار کے نشے میں مست ہی نہیں بدمست تھا۔ اس نے ساری قوم کو غلام بنا رکھا تھا۔ بلا کسی استحقاق ان پر حاکم بن بیٹھا تھا۔ کمزور لوگ اس کے ظلم کا اصل نشانہ تھے۔ فرعونِ اول (اصطلاحی معنی میں) اور فرعونِ ثانی دونوں ظلم و ستم میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے تھے۔ مظلومین کے حقوق دینے کے لئے کسی صورت میں تیار نہ تھے۔ اظہار رائے کا حق ان ظالموں نے سلب کر رکھا تھا۔ ظلم و ستم کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو انہوں نے اپنی فرعونیت کا اظہار کرنے کے لئے روا نہ رکھا ہو بلکہ ظلم و تشدد

کے بعض طریقوں کے تو یہ خود بانی تھے
ان کے ظلم کی ایک بدترین مثال
یہ ہے کہ انہوں نے نبیٔ وقت حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش
کی حالانکہ آپ نے کبھی ان کے اقتدار پر
قبضہ کرنے کی ادنیٰ سی سعی بھی نہ فرمائی کہ
انبیاء و مرسلین کا مقصدِ بعثت یہ
ہوتا ہی نہیں۔ آپؑ کا مطالبہ تو صرف
اتنا تھا کہ بنی اسرائیل پر ظلم نہ کرو اور
انہیں آزاد کر کے میرے ساتھ جانے
کی اجازت دے دو۔ دوسرا مقصد
جو آپؑ کے پیشِ نظر تھا وہ جھوٹی خدائی
کے دعویدار کو معبودِ حقیقی کا پرستار
بنانا تھا مگر اس کے لئے آپؑ نے صرف
دعوت و تلقین سے کام لیا کہ خدا کے
نبی اور ان کے حقیقی جانشین ڈنڈے
کے زور سے کسی کو اپنا ہم خیال نہیں بناتے۔

فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی دونوں
معقول باتیں ماننے سے انکار کر دیا
بلکہ الٹا تشدد پر اتر آیا اور جو لوگ
آپؑ پر ایمان لے آئے تھے انہیں قتل
کرنے لگا تب غیرتِ خداوندی جوش
میں آئی اور پھر وہ واقعات پیش آئے
جو اس مقالے کا موضوع ہیں۔

اِس مقالے میں جو "فرعون نمبر" کے
نام سے قارئین کرام کی نذر کیا جا رہا ہے
بہت سے ایسے حقائق ہیں جن کی طرف
اس سے پہلے توجہ نہیں کی گئی یا وہ نتائج
نہیں نکالے گئے جو نکالے جانے
چاہیئے تھے۔ اگر غور کیا جائے تو ہماری
ساری تاریخ موسویوں اور فرعونوں کی
کشمکش کی تاریخ ہے۔ ہمارے دور
کے ایک عالم اور ممتاز سوانح نگار مولانا
حفظ الرحمن نے درست کہا ہے کہ "ان
(حضرت موسیٰؑ) کے بیشتر حالات نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات سے
بہت زیادہ مطابقت رکھتے ہیں"
(قصص القرآن حصہ اول ص ۳۳۵)

جو کشمکش رسولِ خدا اور آپ کے
مخالفین کے درمیان جاری تھی وہی کشمکش
آج بھی جاری ہے اور شاید اس وقت تک
جاری رہے گی جب تک یہ دنیا قائم ہے۔
اگر چند سعید روحیں بھی اس کشمکش سے
سبق حاصل کر لیتی ہیں اور فرعونوں سے
نجات حاصل کرنے کے لئے خود کو ایمان
اور کردار کے عصا سے مسلح کر لیتی ہیں تو آج
بھی سمندر پھٹ سکتا ہے، فرعون مع
اپنے لشکرِ کثیر غرق ہو سکتا ہے اور
حق و صداقت کا علم ایک بار پھر ساری
دنیا پر لہرا سکتا ہے۔ یہی اس اشاعت
خصوصی کی وجہ ترتیب و تالیف ہے۔

پیام شاہجہان پوری
(ایڈیٹر)

بقیہ "قوم آخرین کا فرعون" ص ۵۱ سے آگے

اور غور کرنے کے بعد مستقبل کا جو نقشہ سامنے
آتا ہے وہ یہ ہے کہ آخرین کی قوموں میں سے ایک قوم کے
ساتھ قریب قریب اسی قسم کا معاملہ
پیش آئے گا جیسا حضرت موسیٰؑ کی قوم
کے ساتھ پیش آیا تھا یعنی اس پر ظلم و
تشدد کیا جائے گا، اسے اس کے بنیادی
حقوق سے محروم کر دیا جائے گا۔ یہ مظلوم
قوم دنیاوی اور مادی لحاظ سے کمزور ہوگی اس
کے پاس اپنے رب کے آستانے پر گر کر فریاد
کرنے اور توبہ و استغفار کرنے کے سوا
اور کوئی راستہ نہیں ہوگا تب وہ ہر طرف
سے منہ موڑ کر آستانۂ الٰہی پر گر جائے
گی، تضرع اور زاری سے دعائیں کرے
گی۔ توبہ و استغفار کرے گی پھر اللہ تعالیٰ
اپنے فضل و کرم کے ساتھ اس کی جانب
توجہ فرمائے گا، اسے اپنا قرب عطا فرمائے
گا اور جس طرح اس نے محرم کے مہینے میں
فرعون کو غرق کر کے قوم موسیٰؑ کو ایک
عیار اور ظالم حکمران (فرعون) سے نجات
بخشی تھی اسی طرح آخر زمانے میں پیدا ہونے
والے ایک فرعون کو اسی محرم کے مہینے میں
ہلاک کرے گا اور اس کے ہاتھوں سخت
مظالم برداشت کرنے والی ایک قوم کو نجات
دے گا۔ جس طرح فرعونِ موسیٰؑ کو بدھ
کے دن ہلاک کیا گیا اسی طرح قومِ آخرین
کے فرعون کو بھی بدھ کے دن ہلاک کیا
جائے گا، اور جس طرح فرعونِ موسیٰ
کے لئے بحیرۂ قلزم یا دریائے نیل کا کنارہ
اس کی ہلاکت کا آغاز ثابت ہوا اسی طرح
قومِ آخرین کا فرعون بھی ایک دریا کے کنارے
اپنے انجام کو پہنچ کر مع اپنے اعیان و انصار
قہرِ الٰہی کا نشانہ بن جائے گا۔

دونوں فرعونوں میں اتنی مماثلتیں جو
بیان کی گئی ہیں کیا اتفاقی ہیں؟ یا ان میں
اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت کام کر رہا
ہوگا؟ کیا یہ عبرت کی جا نہیں ہے کوئی
جو عبرت حاصل کرے؟

فرعون کی خصوصیات

- انتہا درجے کا ظالم و جابر اور متکبر تھا۔
- مذہب کا لبادہ اوڑھ کر کمزوروں پر ظلم کرتا تھا۔
- مہنتوں، پروہتوں اور علمائے وقت کے زیر اثر تھا۔
- مذہبی یا سیاسی اختلاف کو برداشت نہیں کرتا تھا۔
- حق و صداقت کو مٹانے کیلئے مجلسِ شوریٰ سے مشورہ لیتا تھا۔
- اپنے مذہبی و سیاسی مخالفین کو جسمانی ایذا دیتا تھا۔
- عوام کو گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔
- ان جماعتوں کے اتحاد سے خوفزدہ رہتا تھا۔
- اپنے دور کا سب سے بڑا بے ایمان اور منافق تھا۔
- عہدہ و منصب کا لالچ دے کر با اثر لوگوں کو خرید لیا کرتا تھا۔
- پرلے درجے کا عیار، مکّار اور حیلہ ساز تھا۔
- آمرِ مطلق ہو کر بھی اتنا ضعیف العقیدہ کہ مندروں میں حاضری دیتا تھا۔
- اختلاف کرنے والوں کو ملازمتوں سے برطرف کر دیتا تھا۔

فرعونیت

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخِ عالم شہادت دیتی ہے کہ
جب بھی اللہ کا کوئی نبی مبعوث ہوا تو
س کی قوم کا کوئی نہ کوئی سردار اور اس کے
ساتھی اس نبی کی مخالفت پر کمربستہ ہو
ئے اور اپنی تمام توانائیاں اسے مٹانے
لئے وقف کر دیں لیکن انجام کار ناکام
مراد رہے کہ حق کے سامنے باطل کا
غ اپنی ضیا پاشی میں کبھی کامیاب
ں ہوا۔ شداد، نمرود، فرعون، ہامان
ن اور ابوجہل ایسے ہی سرکش، ظالم
لہ کے نافرمان بندوں میں سے تھے۔
ہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ
ئی نبی اپنی طبعی عمر گزار کر اس
نیا سے گزر گیا تو باستثنائے
لمبی مدت کیلئے سلسلۂ نبوت
و گیا مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے
رہنمائی کی خاطر روحانی فیضان
منقطع نہیں فرمایا کہ یہ اس
کے خلاف ہے چنانچہ ہر نبی
بعد ایسے لوگ ظاہر ہوتے
ی نہیں ہوتے تھے مگر ان

میں نبوت کی بہت سی صفات موجود ہوتی
تھیں یہی وجہ ہے کہ خاتم النبیین حضرت
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
بھی کہ جن پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔
یہ بشارت دی کہ آپ کی امت کے
علماء بنی اسرائیل کے مثیل و ہم مرتبہ
ہوں گے (مگر وہی علما جو حقیقی معنوں
میں علما ہوں گے نہ کہ علمائے سو جن
کی فتنہ آرائی سے امت رسوا ہو رہی
ہے) ایسی مقدس شخصیتیں خلفا، اولیا
اور مجدد دین کے ناموں سے موسوم ہوتی
ہیں۔ ماضی کی تاریخ میں ایسے لاتعداد
بزرگوں کے نام محفوظ ہیں جنہوں نے
اپنے پیش رو انبیاء کے مشن کو آگے
بڑھایا اور اس راہ میں آہن گداز اذیتیں
برداشت کیں مگر اپنے پائے استقلال
میں لغزش نہ آنے دی۔ اللہ کی رحمتیں ہوں
اُن پر۔

جس طرح کوئی زمانہ اللہ کے نبیوں
یا ان کے مقدس نائبین سے خالی نہیں
رہا بالکل اسی طرح شداد، نمرود اور
فرعون بھی ہر زمانے میں نمودار ہوتے رہے
اور کبھی مذہبی، کبھی سیاسی لبادے
اوڑھ کر اللہ کے بندوں کو ظلم و جبر کا
نشانہ بناتے رہے۔

اس وقت تاریخ انبیاء کے جلیل القدر
پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سب
سے بڑے مخالف فرعونِ مصر کے آغاز
و انجام کی داستان پیش نظر ہے کہ
یہ فرعون اپنی سرکشی و نافرمانی، ظلم و ستم
اور اللہ تعالےٰ سے بغاوت میں اس
حد تک آگے نکل گیا کہ "فرعون" اور
"فرعونیت" کے الفاظ ضرب المثل بلکہ
گالی بن گئے حالانکہ شداد، نمرود اور
ابوجہل بھی فرعون ہی کی طرح خدا کے
مقدس انبیا کے باغی تھے مگر خدا کی
وہ لعنت اور دنیا و آخرت میں وہ رسوائی
جو فرعون کے حصے میں آئی شاید ہی کسی
کے حصے میں آئی ہو۔ اس کی وجہ یہ بھی
ہے کہ مستقبل میں ایسے فرعون صفت
لوگ پیدا ہونے تھے جن کے ہاتھوں
بنی نوع انسان اور دین دونوں پر
مصائب کے پہاڑ ٹوٹنے والے تھے۔

مصر میں آلِ یعقوب کی آمد

مصر اپنی تہذیب اور تمدن کی تاریخ کے لحاظ سے دنیا کے قدیم ترین ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کئی ہزار سال قبل مصر میں باقاعدہ حکومت کا آغاز ہوا۔ ایک روایت کے مطابق "مینس" مصر کا سب سے پہلا بادشاہ تھا مگر اس وقت مصر دو حصّوں میں بٹا ہوا تھا ایک شمالی مصر اور دوسرا جنوبی مصر۔ شاہ مینس سارے مصر کا بادشاہ نہیں تھا دونوں حصوں کے بادشاہ الگ الگ تھے۔ شاہ مینس کے مقبرے سے ایسی تختیاں ملی ہیں جن پر تصاویر کے ذریعے بادشاہ کی اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہے کہ مصر کی دونوں بادشاہیاں اسکی ذات میں جمع ہو جائیں۔

"ہوارس" پہلا بادشاہ ہے جو ملک حبش کے علاقے اری ٹیریا سے مصر آیا

کوہ نبو جہاں حضرت موسیٰؑ نے انتقال فرمایا۔

اور اس نے مصر کے دونوں حصوں پر قبضہ کر کے اسے ایک بادشاہ کے ماتحت کر لیا۔ یہ متحدہ مصر کا پہلا شاہی خاندان تھا اور خطۂ مصر کا تیسرا۔ مصر پر تیس خاندانوں نے حکومت کی۔

فرعونوں کا آغاز

ان تیس خاندانوں کے بادشاہ مختلف ناموں اور القاب سے مشہور و موسوم تھے۔ عمالقہ جو عربی النسل لوگ تھے جب مصر پر قابض ہوئے تو انہوں نے فرعون کا لقب اختیار کیا۔ ان سے پہلے بادشاہ خود کو فرعون نہیں کہلواتے تھے۔ پہلا بادشاہ جس نے خود کو فرعون کہلوایا کون تھا؟ اس میں اختلاف ہے البتہ اتنی بات طے شدہ اور ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آتشِ نمرود سے بحفاظت تمام نجات پا کر مصر کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت کے حاکمِ مصر کا لقب فرعون تھا اس کی تصدیق تورات سے بھی ہوتی ہے چنانچہ کتاب مقدس میں حضرت ابراہیمؑ کے قیام مصر کے دوران بادشاہِ مصر کیلئے کم از کم چھ بار فرعون کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(تورات۔ پیدائش باب نمبر۱۲ آیت ۱۴ تا ۲۰)

یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے تقریباً دو ہزار سال قبل کا ہے۔ اس واقعے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ایک حادثے کے تحت مصر تشریف لے گئے تو اس وقت مصر پر جو بادشاہ حکومت کر رہا تھا اس کا لقب بھی فرعون تھا۔

حضرت یوسفؑ کا اقتدار

چنانچہ تورات میں آتا ہے کہ:۔

> حضرت یوسف علیہ السلام کے نافذ کردہ دین کی شکل بالکل مسخ ہو چکی تھی اور بعد کے فرعونی مکمل طور پر بت پرست ہو چکے تھے۔

"فرعون نے یوسفؑ سے کہا کہ دیکھو میں تجھے سارے ملک مصر کا حاکم بناتا ہوں اور فرعون نے اپنی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسف کے ہاتھ میں پہنا دی اور اسے باریک کتان کے لباس سے آراستہ کروا کر سونے کا طوق اس کے گلے میں پہنایا اور اس نے اسے دوسرے رتھ میں سوار کرا کر اس کے آگے یہ منادی کرا دی کہ گھٹنے ٹیکو اور اسے ملک مصر کا حاکم بنا دیا اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ میں فرعون ہوں اور تیرے حکم کے بغیر اس سارے ملک مصر میں کوئی آدمی اپنا ہاتھ یا پاؤں ہلانے نہ پائے گا"

(کتاب پیدائش باب نمبر ۴۱ آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴)

یہیں سے اس داستان کا آغاز ہوتا ہے جو ہمارا اصل موضوع ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب مصر کا وزیر خزانہ اور پھر بعد کو وزیر اعظم بنا دیا گیا تو بنی اسرائیل اس ملک میں آباد ہونا شروع ہوئے سب سے پہلے حضرت یوسف کے والد حضرت یعقوبؑ اور آپ کے اہل و عیال جن کی تعداد ستر (۷۰) تھی مصر میں داخل ہوئے فرعون نے حضرت یوسفؑ کے والدین اور بھائیوں کا بڑا اعزاز و اکرام کیا۔ دارالسلطنت رعمیس جسے "شہر جشن" بھی کہتے تھے اس کے مضافات میں ایک وسیع قطعۂ اراضی فرعون نے انہیں بخش دیا۔ یہ سرزمین دارالسلطنت سے کسی قدر دور تھی۔ یہیں حضرت یعقوبؑ اور آپ کے اہل خاندان نے اقامت اختیار کی۔ رفتہ رفتہ حضرت یعقوبؑ کی اولاد جو آل یعقوب یا بنی اسرائیل کہلائی بڑھتی رہی یہاں تک کہ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی اور انہیں مصر میں بڑا اقتدار حاصل ہوا۔ یہی اقتدار ان کے لئے موجب مصیبت ثابت ہوا اور یہی فرعون کی ہلاکت اور ابدی ذلت کا باعث بھی۔

فرعونیوں کی مذہبی حالت

آلِ یعقوبؑ کے مصر میں آنے سے قبل مصری لوگ بت پرستی میں مبتلا تھے۔ ہر شہر حتیٰ کہ ہر گاؤں کا الگ بت ہوتا تھا جس کی یہ لوگ پرستش کرتے تھے۔ جب سفر پر روانہ ہوتے تھے تو اپنے شہر یا گاؤں کے بت سے قطع تعلق کر لیتے تھے اور جس شہر یا گاؤں میں داخل ہوتے تھے وہاں کے بت کی پرستش شروع کر دیتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں اپنے شہر یا گاؤں سے نکلنے کے بعد ان کے بت کی حدودِ حکومت ختم ہو جاتی تھی اور جس شہر یا گاؤں میں داخل ہوتے تھے وہاں کے بت کی عملداری کا آغاز ہو جاتا تھا۔ مصریوں نے اپنے اتنے دیوتا تجویز کر رکھے تھے کہ شاید ہندوستان کے ہندو بت پرست بھی اتنے دیوتاؤں کو نہ مانتے ہوں۔

فرعونوں کے دیوتا

خواجہ حسن نظامی مرحوم جنہوں نے مصر کے حالات معلوم کرنے کیلئے اس ملک سفر کیا تھا اور وہاں جاکر آثار و اخبار کا ... اپنی کتاب "تاریخ فرعون" میں ان دیوی دیوتاؤں کی تفصیل بیان کی ہے جن کی مصر میں پرستش کی جاتی تھی۔ ان کی تعداد ۲۵ ہے۔ یہ بڑے بڑے دیوتا ہیں ہر شہر اور ہر گاؤں کے دیوی دیوتاؤں کا شمار کرنا مشکل ہے۔ بڑے دیوتاؤں میں خنموؔ: اس کا دھڑ انسان کا اور اور چہرہ

نیبو۔ مصریوں کے علم الافلاک کا برج

بھیڑ کا ہوتا تھا سر پر تاج جس کی ایک سانپ حفاظت کرتا تھا۔ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ مصریوں کا واحد قدیمی دیوتا ہے اس پر سبز رنگ کیا جاتا تھا اسے انسانوں کو جسمانی شکل دینے والا دیوتا سمجھا جاتا تھا، ان کا سب سے قدیمی دیوتا "فتاح" تھا جب مصر میں پہلے شاہی خاندان کا آغاز ہوا تو اس وقت فتاح کی پرستش کا رواج عام تھا۔ یہ قریباً ساڑھے تین سو قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ اس وقت کے مصریوں کا عقیدہ تھا کہ تمام دیوتا اسی فتاح کی آنکھ سے پیدا ہوئے ہیں اور انسان اس کے منہ سے۔ باقی دیوتاؤں میں "مُمُو" "موت" "خبیرہ" "لست" "منت" "را" "ہورس" "اوزیریس" "ایزلیس" "نفتیس" "ست" "آنوبیس" "سبو" "توت" "سبک" "ناتور" "مادت" "حابی" "اپیس" "امن" "منو" "مت"۔ (تاریخ فرعون صہ ۸۵ تا صہ ۹۳ مولفہ خواجہ حسن نظامی ناشر امیر خسرو بر ویو اردو کمپنی دہلی)

مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد اگرچہ ان کی تبلیغ توحید نے بت پرست مصریوں پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور کیا مگر ان کے وصال کے بعد جلد ہی

یہ اثر ختم ہوگیا اور مصری پھر بت پرستی کی لعنت میں مبتلا ہو گئے۔

مصریوں کے بعض دیوی دیوتاؤں کا تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی کیا ہے لکھتے ہیں:۔

فرعون کا خدا

"جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں تو فرعون نے متعجب ہوکر پوچھا کس خدا کے؟ آمن راع" کے جس نے مجھے اپنا مظہر ٹھہرایا ہے؟ آیزردیی" کے جو روح پیدا کرنے والی ہے؟ "کینمو" دیوتا کے جو جسم و خلقت بنانے والا ہے؟
(ترجمان القرآن جلد دوم صـ۶۲۴)

"قصص القرآن" کے فاضل مؤلف نے بھی مصریوں کی بت پرستی اور جھوٹے خداؤں کا اجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

مصری مختلف دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے جن میں سے بعض تو خاص خاص قبیلوں اور علاقوں کے تھے جیسے "نیفلت" "فتاء" اور "مات" بعض عالمگیر قوتوں کے الگ مظاہر تھے جیسے "اوزیرس" عالم آخرت کا خدا" میہ اور رت" آسمان کا خدا "کینمو" جسم بنانے والا "ایزر" روح بخشنے والی دیوی طوطا' عمر کی مقدار مقرر کرنے والا "ہوراس" درد و غم دور کرنے والا" حاتو" (گمائے) رزق بخشنے والی دیوی اور ان سب سے بلند تر آمن راع تھا" یعنی سورج دیوتا"
(قصص القرآن حصہ اول صـ۳۸۔ حاشیہ ۔ مولفہ مولانا حفظ الرحمٰن)

بت پرستی کے ساتھ ساتھ سحر پرستی بھی مصریوں میں بڑی شدت سے رواج پا چکی تھی۔ سارا ملک باکمال ساحروں سے بھرا پڑا تھا۔ سحر ایک علم کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ سحر کو مذہب میں بھی دخل تھا

مصر کے فرعون ابتدا ہی سے کٹر مذہبی (بت پرست) تھے۔ یہاں تک کہ مہنتوں سے خوف کھاتے تھے اور ان کی خوشنودی کی خاطر خزانۂ شاہی لٹا دیتے تھے

اور سحر کے ذریعے بہت سے مذہبی امور سرانجام دیئے جاتے تھے حتیٰ کہ فرعونوں کے خیال میں حق و باطل کا فیصلہ بھی سحر کے ذریعے ہوسکتا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصری سحر کی تاثیر کے کس حد تک قائل تھے؟

پجاریوں کا اقتدار

مصر پر اگرچہ فرعونوں کی حکومت تھی مگر اس حکومت میں مندروں کے مہنت بھی شریک تھے۔ یہ مندر ہر شہر میں قائم تھے۔ دارالسلطنت "رعمسیس" کا مندر سب سے بڑا اور مرکزی مندر تھا جہاں کا مہنت یا پروہت بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتا تھا۔ چنانچہ فرعون مصر "رعمسیس سوم کا بیٹا اور ولی عہد بہت ہی سخت قسم کا مذہبی شخص تھا۔ مہنتوں' دیوی دیوتاؤں کا بہت عقیدتمند تھا بلکہ ان سے خوف کھاتا تھا۔ اس نے مہنتوں' پجاریوں اور مندروں کو اتنے عطیات دیئے کہ خزانہ شاہی قریب قریب خالی ہوگیا۔ یہ مہنت نہ صرف دولتمند ہوگئے بلکہ فرعون پر اس قدر حاوی ہوگئے کہ مرکزی اور سب سے بڑے مندر کے مہنت "نختو" نے فرعون سے اپنے بیٹے کے لئے پروانہ حاصل کرلیا کہ اس کے بعد اس کا بیٹا اس عہدے پر فائز ہوگا۔ اس سے پہلے مہنت کا عہدہ موروثی نہیں ہوتا تھا۔ مہنت نختو اور اس کے بیٹے نے بڑی طویل عمریں پائیں اور اپنی زندگی میں ۹ فرعونوں کو تخت حکومت پر بیٹھتے اور فوت ہوتے دیکھا۔ عملی لحاظ سے حکومت درحقیقت نختو اور اس کے بیٹے ہی کی تھی فرعون تو برائے نام بادشاہ تھے۔"
(تاریخ فرعون صـ۴۰ و صـ۴۱ مولفہ خواجہ حسن نظامی)

*

"فرعون"

قرآن کریم جو قیامت تک کے لئے ہدایت اور راہنمائی کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ مقدس کتاب ماضی کے مذہبی ادوار کی صحیح ترین تاریخ بھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ظالم، جابر اور مطلق العنان شخصیت کا ذکر کیا ہے جسے فرعون کا نام دیا۔ فرعون کے ذکر کو قرآن کریم میں محفوظ کر کے کچھ اور فرعونوں کے ظہور کی خبر بھی دی گئی ہے جس کا واضح طور پر ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے کہ جب فرعون غرق ہونے لگا اور ڈوبتے ڈوبتے اس نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا

الیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ (یونس آیت نمبر ۹۱)

کہ ہم تیرے اس ایمان لانے کو صرف اس حد تک قبول کرتے ہیں کہ اس ایمان کے طفیل تیرے جسم کو محفوظ کر دیا جائے گا تاکہ تیرے بعد آنے والے (وہ فرعون) تیری نعش سے عبرت پکڑیں جو تیرے پیچھے چل کر فرعونیت کا روپ دھاریں گے۔ یہ بات بڑی وزنی ہے کہ بعد میں آنے والے فرعونوں کے ظاہر ہونے کی طرف قرآن کریم کھلا اشارہ تو کرتا ہے لیکن مستقبل کے فرعونوں کے حالات اور علامات بیان کرنے کی بجائے قرآن کریم اس غرق ہونیوالے فرعون کے تفصیلی حالات پر اکتفا کرتا ہے جس سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ حالات اور علامات کے اعتبار سے فرعونِ موسیٰ اور اس کے بعد پیدا ہونے والے فرعونوں میں کامل یگانگت اور یک جہتی پائی جائے گی چنانچہ قرآن کریم اور دیگر مستند کتب سے فرعون کے جو حالات اور کوائف ملتے ہیں ان کا مجمل خاکہ یوں ہے۔

لفظ فرعون کے معنی

لفظ فرعون کے متعلق اردو انسائیکلو پیڈیا (دائرہ معارف اسلامیہ اردو) میں لکھا ہے کہ فرعون دراصل "فرا"

اور "اون" کا مجموعہ ہے "فرا" کے معنی سورج اور "اون" کے معنی ضیا کے لکھے ہیں۔ (یاد رہے کہ فرعون کے وقت میں سورج کو سب سے بڑا دیوتا، صداقت و حق سمجھا جاتا تھا)

عربی لغت لسان العرب میں فرعون کے معانی التمساح کے بھی لکھے ہیں یعنی "مگرمچھ" (فرعون کے یہ معنی قبطی زبان میں ہیں) ان معنوں کی رو سے فرعون کے سیاسی کردار پر روشنی پڑتی ہے:-

اوّل:- یعنی چپ چاپ دم سادھے منہ کھول کے پڑے رہنا اور جیسے ہی کوئی چیز قابو میں آجائے اُسے نگل جانا اور اپنے سوا ہر چیز کو لقمہ بنا لینا۔

دوم:- اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے مگرمچھ کے سے آنسو بہانا۔

فرعون کے تیسرے معنی لغت کی رو سے "کل عاتٍ متمرّدٍ" کے ہیں (تاج العروس) یعنی ہر وہ شخص جس کے اندر سرکشی اور ہٹ دھرمی کی عادت پائی جاتی ہو اور وہ اپنی ہٹ کا پکا ہو۔

فرعون کے چوتھے معنی ایسے شخص کے ہیں جس میں تکبّر کے ساتھ ساتھ التجبّر کی عادت ہو۔ (تاج العروس) یعنی جبر اور سختی کے ساتھ ہر چیز کو دباتے چلے جانا۔

عیّاری و مکّاری
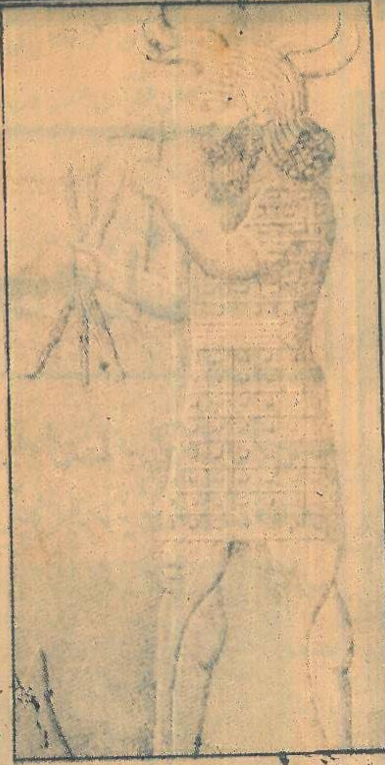
برق و باراں کا دیوتا

فرعون سے مراد ایسا شخص ہے جس میں "ادھاء" یعنی عیاری اور ہشیاری بھی ہو (تاج العروس)

واضح ہو کہ کتے کو عربی میں "ابن دھیہ" بھی کہتے ہیں۔

فرعون کے ایک معنی یہ ہیں کہ ایسا شخص جس میں التنکر کا وصف ہو۔ اس کے دو مفہوم ہیں ایک یہ کہ کسی کی بات نہ ماننے والا۔ دوسرا یہ کہ جس میں ایسا نرالا پن پایا جائے جو عام انداز سے ہٹ کر ہو (تاج العروس)

عربی لغت میں تَفَرْعَنَ النَّبَاتُ کے تحت لکھا ہے۔ طَالَ وَ قَوِیَ (تاج العروس) یعنی ایسا پودا جو زیادہ طوالت اور قوت کی طرف مائل ہو۔

پھر "فرعون" مصر کے ہر بادشاہ کا لقب بھی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ عربی لغت تاج العروس میں لکھا ہے۔

"لقب کل من ملک مصر"

اس کے علاوہ ہر نبی کے مقابل پر آنے والے شخص کو بھی فرعون کہا گیا ہے چنانچہ عربی لغت لسان العرب میں لکھا ہے

"فِرْعَوْنُ کُلِّ نَبِیٍّ عَلَیْکَ دَھْرِہٖ"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں دو فرعون پیش پیش تھے۔ فرعون جس کا نام رعمسیس ثانی تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کی مخالفت کا آغاز کیا تھا۔ یہ فرعون ایک وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اتنا تعلق رکھتا تھا کہ انہیں گھر میں رکھ کر پالا پوسا تھا۔ مگر بعد میں اپنی سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر ان کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس کے بعد دوسرے فرعون کا وقت آیا جس کا نام منفتاح تھا۔ یہ پہلے فرعون کی پالیسیوں کو اپنا کر مخالفت کرتا رہا اور انجام کار غرق ہوا۔

یہ امر یاد رہے کہ رعمسیس ثانی نے اپنی زندگی میں منفتاح کو بہت سے اختیارات تفویض کر دیئے تھے اور اپنے جانشین کے طور پر اسے نامزد کیا تھا۔

(انبیاء قرآن جلد ۲ صفحہ ۱۱۲)

فرعونِ موسیٰؑ

یوں تو مصر کی تاریخ میں بہت فرعون گزرے ہیں اور ان کی حکومت کی تاریخ ہزاروں برسوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ بائیبل میں گیارہ ایسے بادشاہوں کا ذکر آیا ہے جو سب کے سب فرعون کے لقب سے موسوم و ملقب تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

جس فرعون کے عہد حکومت میں مصر تشریف لے گئے تھے اس کا نام " اوسب تسو (OSIBTES E VI) تھا۔ جس فرعون کے عہد حکومت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا اس کا نام منفتاح تھا۔ اس خاندان کی حکومت کے بانی کا نام رعمسیس اول (RAMSES.I) تھا۔ اس خاندان کا تیسرا فرعون رعمسیس ثانی تھا اس کی حکومت کا آغاز ۱۳۰۴ء قبلِ مسیح میں ہوا۔ (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن جلد ۵ صہ ۶۲)

اسی رعمسیس ثانی کے عہد حکومت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی کے محل میں اور اسی کی زیر نگرانی حضرت موسیٰؑ نے پرورش پائی۔ عام طور پر ایک ہی فرعون کو حضرت موسیٰؑ کا پرورش کنندہ سمجھا جاتا ہے اور اسی کے متعلق یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ وہی حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرتا ہوا غرق ہوا حالانکہ یہ خیال درست نہیں۔ یہ اشتباہ لفظ فرعون کی مشارکت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جس فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے مقابلہ کیا اور تعاقب کرتا

فرعون جو حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرتے ہوئے غرق ہوا

ہوا غرق آب ہوا وہ رعمسیس ثانی کا بیٹا منفتاح تھا۔

رعمسیس ثانی نے خاصی طویل عمر پائی اور جب وہ فوت ہوا تو اس کا بیٹا منفتاح قریباً ساٹھ سال کا تھا اور حضرت موسیٰؑ کی عمر اس وقت قریباً اتنی ہی تھی۔ یہ بات عقلاً غلط ہے کہ جس فرعون نے حضرت موسیٰ کو اس وقت پرورش کے لئے قبول کیا تھا جب آپ کی عمر چند یوم یا چند ماہ کی تھی مقابلہ کے وقت دونوں قریب قریب ہم عمر ہوتے بلکہ حضرت موسیٰؑ عمر میں اس سے قریباً دس سال بڑے ہوتے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی پرورش کرنے والا فرعون اور تھا اور آپ کا تعاقب کرتے ہوئے ہلاک ہونے والا دوسرا۔ اس موضوع پر خواجہ حسن نظامی نے بڑی مدلل بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

حضرت موسیٰؑ کس کے متبنیٰ تھے؟

" ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ (رعمسیس ثانی کو) کیا ضرورت تھی کہ وہ کسی بچے کو متبنیٰ بنائے کیونکہ اس کی بہت کثرت سے اولاد تھی۔ جواب یہ ہے کہ خود فرعون نے نہیں اس کی بیوی نے یہ خواہش کی تھی۔ "رام سیس" نے بہت لمبی عمر پائی اور بہت سی شادیاں کیں۔ بڑھاپے کی آخری شادی (سب سے چھوٹی بیوی) زیادہ محبوب ہوا کرتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخری بیوی سے بوڑھے فرعون کے کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا اور جوان ملکہ کے دل کو اولاد کا ارمان ستاتا رہتا تھا حضرت موسیٰؑ کے بھولے اور خوبصورت مکھڑے

حضرت موسیٰؑ کی پرورش کرنے والا فرعون وہ نہیں تھا جو آپ کا تعاقب کرتے ہوئے بحرِ قلزم میں غرق ہوا

کو دیکھ کر بے قرار ہو گئیں اور انہیں اپنا بیٹا بنانے پر تل گئیں"

(تاریخ فرعون ص۱۵ مؤلفہ خواجہ حسن نظامی)

دو فرعون

حضرت موسیٰؑ کی پرورش کرنے والے اور آپ کا تعاقب کر کے غرقاب ہونے والے فرعون کی دو الگ الگ شخصیتیں ہونے پر سب سے وزنی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبطی کے واقعۂ قتل کے بعد جب مصر سے چلے گئے اور مدین کے شہر میں حضرت شعیبؑ کی دختر حضرت صفورہ سے شادی کر کے وہیں اقامت اختیار کر لی تو آپ کو اطلاع ملی کہ فرعون کا انتقال ہو گیا ہے اور دوسرا فرعون تخت نشین ہو گیا ہے۔ یہ نرا دعویٰ نہیں بلکہ اس کے ساتھ بڑی وزنی دلیل بھی ہے۔ چنانچہ کتابِ مقدس میں لکھا ہے کہ:۔

کتابِ مقدس کی شہادت

"اور ایک مدت کے بعد یوں ہوا کہ مصر کا بادشاہ مر گیا اور بنی اسرائیل اپنی غلامی کے سبب آہ بھرنے لگے"

(تورات کتاب خروج۔ باب نمبر۲ آیت ۲۳)

تاریخ شہادت دیتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین میں بذریعہ وحی اطلاع دی گئی تھی کہ:۔

" اور خداوند نے مدیان میں موسیٰ سے کہا کہ مصر کو لوٹ جا کیونکہ وہ سب جو تیری جان کے خواہاں تھے مر گئے"

(تورات کتاب خروج باب نمبر۴ آیت نمبر۱۹)

یہ اشارہ ہے اس فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف جن کے زمانے میں ایک قبطی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں غیر ارادی طور پر قتل ہو گیا تھا اور فرعون اور اس کے سرداروں نے آپ کو گرفتار کر کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ وحیٔ الٰہی کے ذریعے حضرت موسیٰؑ

کو بتایا گیا کہ وہ فرعون اور اس کے سردار محرومِ اقتدار ہو چکے ہیں جو تیری جان کے دشمن تھے اب تو بے خوف و خطر مصر میں داخل ہو جا۔ کتاب مقدس کی اس روایت نے ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا کہ حضرت موسیٰؑ کا جس فرعون سے مقابلہ ہوا اور جو آپ کا تعاقب کرتا ہوا غرق ہوا وہ فرعون پہلا فرعون رعمسیس نہیں بلکہ اس کا جانشین تھا جو رعمسیس دوم کی ڈیڑھ سو اولادوں میں سے تیرھواں بیٹا تھا اور ساٹھ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا" (انبیائے قرآن" مولفہ محمد جمیل احمد ایم۔ اے۔ شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

اسی فرعون کا نام منفتاح تھا۔ اپنے والد رعمسیس دوم کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا اور ۱۲۲۵ء قبل مسیح میں اپنے انجام کو پہنچا۔ اس کی ہلاکت کے کچھ ہی مدت کے بعد مصر سے اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ایک اور خاندان مصر کا حاکم بنا جو مصریوں کی تاریخ میں چیرواہوں کا خاندان کہلاتا ہے۔ ان میں سے ایک خاندان کا تعلق لیبیا سے اور دوسرے کا شام سے تھا۔

ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی شہادت

کچھ مدت قبل ایک مشہور مغربی محقق اور فاضل مسٹر ڈبلیو بیرن نے "یہودیوں کی معاشرتی اور مذہبی تاریخ" کے نام سے ایک کتاب دو جلدوں میں تالیف کی تھی اس میں فاضل موصوف نے بڑے سائنٹیفک طریقے سے ثابت کیا ہے کہ آج مصر کے عجائب گھر میں جو دو لاشیں نمائش کے لئے رکھی ہوئی ہیں وہ انہی دونوں فرعونوں کی ہیں جن میں سے ایک نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کی تھی، اور دوسرا آپؑ کا تعاقب کرتا ہوا ہلاک ہوا تھا۔ ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے:

انیسویں صدی کے اواخر میں جب "باب الملوک" میں کھدائی کا کام جاری تھا تو ایک چوبی تابوت برآمد ہوا اس پر کچھ عبارتیں کندہ تھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ رعمسیس ثانی (فرعونِ موسیٰ کے والد) کی نعش کا تابوت ہے اس کے باوجود آثارِ قدیمہ کے بعض علماء کو اس میں شک ہوا کہ یہ لاش واقعی فرعون کی ہے۔ آخر کار تابوت کا ڈھکنا الگ کیا گیا اور لاش کے اوپر والے کپڑے کو ہٹایا گیا تو اصل کفن پر جس نے لاش کا سینہ ڈھانپ رکھا تھا صاف اور نمایاں روشنائی سے "رعمسیس دوم" کا نام لکھا ہوا تھا۔ جس وقت لاش کا کفن اٹھایا گیا تو خدیوِ مصر توفیق پاشا موقع پر موجود تھے۔ یہ یکم جون ۱۸۸۶ء کا واقعہ ہے۔

یہ ماجرا تھا فرعونِ موسیٰؑ کے والد رعمسیس دوم کی لاش کی برآمدگی کا۔ جہاں تک اس فرعون کا تعلق ہے جو حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرتے ہوئے غرق ہوا تھا اس کی لاش اپنے باپ کی لاش کے برآمد ہونے کے قریباً گیارہ سال بعد دریافت ہوئی۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ انیسویں صدی کے آخر تک فرعونِ موسیٰ (منفتاح) کی لاش یا اس کے مدفن کا کسی کو علم نہیں تھا۔ اس کی غرقابی کے ساتھ ہی اس کے تمام بڑے بڑے جرنیل، امراء، اس کے خاندان کے بیشتر افراد غرق ہو گئے تھے۔ ہر طرف افراتفری تھی ایک مرگ آسا سکوت طاری تھا۔ اسی دوران غالباً دو تین دن کے بعد فرعون کی لاش سمندر کی سطح پر تیرتی ہوئی پائی گئی۔ دوسری روایت کے مطابق سمندری لہروں نے اسے ساحل کے قریب زمین پر پھینک دیا۔ کنارے پر موجود لوگوں نے اسے پہچان لیا۔ اس کا پیٹ صاف کر کے نہایت عجلت میں لاش کو حنوط کیا گیا اور مصر کے ایک سابق فرعون امن ہیتب ثانی (AMEN HETEBII) کے مقبرے کے تہہ خانے میں دفن کر دیا گیا۔ گویا دوسرے

> قرآن اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ فرعون کے بعد کچھ اور آمر پیدا ہوں گے جو فرعون کے نقشِ قدم پر چلیں گے

فرعون بادشاہوں کی طرح اس کا الگ مقبرہ بنوانے کا اہتمام بھی نہ کیا جاسکا۔

۱۸۹۸ء میں جب باب الملوک (جہاں فراعنۂ مصر کے مدفن ہیں) کی کھدائی ہو رہی تھی تو آثارِ قدیمہ کے ایک مغربی ماہر مسٹر لوویٹ (LOVET) کو شاہ ہیتیب ثانی کے مقبرے کے ایک ذیلی کمرے سے ایک لاش ملی۔ لاش چوبی صندوق میں بند تھی۔ صندوق کا ڈھکنا الگ کیا گیا تو کفن پر صاف حروف میں اس کا نام (منفتاح) درج تھا اس وقت مسٹر لوویٹ کے علاوہ پانچ ماہرینِ آثارِ قدیمہ اور بھی موجود تھے۔

ایک دوسرا ماہر آثارِ قدیم سرگرافٹن ایلیٹ[۳] لکھتا ہے کہ جب فرعون منفتاح کی لاش کی پٹیاں کھولی گئیں تو دیکھنے والے حیران رہ گئے کہ اس کے جسم پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی تھی جب کہ دوسرے فرعونوں کے جسم پر نمک کی تہہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرنے والا فرعون یہی منفتاح تھا نہ کہ فرعون رعمسیس جس نے حضرت موسیٰؑ[۴] کی پرورش کی تھی۔ چونکہ اس کی لاش کئی دن سمندر میں رہی تھی اس وجہ سے اس پر نمک کے ذرات کی تہہ جم گئی تھی۔ حنوط کرنے والی ادویہ نے اس کے جسم کے ساتھ ساتھ نمک کی اس تہہ کو بھی محفوظ کر لیا چنانچہ اب اس کی لاش قاہرہ کے عجائب گھر میں دیکھنے والوں کو درسِ عبرت دے رہی ہے۔

(نمبر۱ و نمبر۲ و نمبر۳ "فرعون کی لاش"، مطبوعہ ماہانہ میثاق لاہور شمارہ مارچ اپریل ۱۹۷۸ء۔ "انبیائے قرآن"، جلد دوم ص۱۹۲ اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص۱۱۵۵ مولفہ سید قاسم محمود۔ یہودیوں کی معاشرتی اور مذہبی تاریخ مولفہ ڈبلیو بیرن تفہیم القرآن جلد دوم ص۲۱۰ مولانا مودودی۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن جلد ۵ ص۶۲)

آمرِ مطلق

فرعون اپنے آپ کو سب سے بڑا آمر اور قادرِ مطلق متصور کرتا تھا چنانچہ فرعون نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

"أنا ربكم الأعلىٰ"

(النازعات آیت نمبر ۲۳)

یعنی میں سب سے بڑا رب ہوں۔ دوسرے الفاظ میں وہ طاقت کا اصل سرچشمہ اپنی ذات کو سمجھتا تھا۔ سب سے بڑے رب سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے علاوہ اور لوگوں کو بھی طاقتور اور صاحبِ اقتدار خیال کرتا تھا جنہیں اس نے مختلف عہدوں پر مامور و مقرر کر رکھا تھا مگر ان سب کو وہ اپنا ماتحت اور تابع سمجھتا تھا اور اسے یہ زعم تھا کہ جب چاہے گا انہیں یک بینی و دوگوش اقتدار سے الگ کر دے گا کیونکہ سب سے بڑا رب اور آمرِ مطلق تو وہ خود تھا باقی اربابِ اقتدار اس کے رحم و کرم پر تھے۔

تکبر و رعونت

اس میں حد درجہ تکبر پایا جاتا تھا وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اس کے اس تکبر کی وجہ سے اس کے سردار، درباری، علما اور مندر کے مہنت بھی متکبر ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوتِ حق دی تو فرعون اور اس کے ساتھی یہ دعوت قبول کرنے سے اسی لئے محروم رہے کہ ان کے اندر انتہائی درجہ کا تکبر پیدا ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دعوتِ حق لے کر پہنچے تو قرآن حکیم کے بقول فاستکبروا (یونس آیت نمبر ۷۵) تو

انہوں نے تکبر سے کام لیتے ہوئے انکار کر دیا اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فرعون کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا۔ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طرح طرح کے نشانات اور معجزات دکھائے لیکن وہ اپنی مطلق العنان حیثیت کے پیش نظر آسمانی نشانات اور معجزات کو رد کرتا

فرعون کو زعم تھا کہ وہ اپنے وزراء کو جب چاہے گا کان پکڑ کر کرسی اقتدار سے نیچے اتار دے گا کیونکہ وہ اسی کے نامزد کردہ تھے

رہا چنانچہ قرآن کریم نے اس امر کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس واضح نشانات لے کر گئے تو اس نے ظلم اور تکبر کی راہ اختیار کرتے ہوئے ان کا انکار کر دیا۔

"وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما وعلواً (نمل آیت نمبر ۱۲)

(ترجمہ) (انہوں نے) ظلم اور تکبر سے کام لیا اور (اللہ کی نشانیوں کا) انکار کیا) یہ ظلم و تکبر اور انکار اس لئے تھا کہ حق

بات قبول کرنے سے اس کی آمریت پر ضرب لگتی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارہ میں بھی اس کا تصور اپنی ذات کے حوالے سے تھا۔ چنانچہ وہ اپنے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے

"ما علمت لكم من اله غيرى"

(القصص آیت نمبر ۳۸)

(یعنی میں اپنے سوائے تمہارے کسی معبود کو نہیں جانتا۔)

دوسری جگہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دیتے ہوئے فرعون یوں کہتا ہے:۔

لئن اتخذت الهاً غيرى لاجعلنك من المسجونين"

(الشعراء آیت نمبر ۳۰)

(ترجمہ) اگر تو نے میرے سوائے کسی اور کو اپنا معبود قرار دیا تو (یاد رکھ) میں تجھے قید میں ڈال دوں گا"۔

اسے یہ غرور و تکبر اس لئے نہ تھا کہ وہ ذاتی طور پر کوئی خاص امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔

فرعون کی طاقت کا سرچشمہ

فرعون کی طاقت عوام کے ذریعہ بھی نہ تھی بلکہ اس کا یہ اقتدار لشکروں کے طفیل تھا جنہیں وہ موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں بھی استعمال کرتا رہا چنانچہ سورۃ الفجر کی آیت نمبر ۱۱ کے

سینگوں والا دیوتا

تحت تفسیر البیضاوی میں لکھا ہے۔

وفرعون ذى الاوتاد"

امام بیضاوی نے ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کی روایت سے اس آیت کے معانی یہ لکھے ہیں۔

"ذو الجموع الكثيرة "(البیضاوی)

یعنی وہ شخص جسے بہت زیادہ فوجی طاقت اور قوت حاصل ہو۔ چنانچہ تورات

اور قرآن کریم گواہ ہیں کہ فرعون نے حضرت موسٰی علیہ السلام کی مخالفت کے لئے اپنی فوجی قوت کو استعمال کیا اور اسے اپنی فوجی قوت پر ناز تھا۔ خدا تعالےٰ نے اس کے ناز اور غرور کو اس طرح توڑا کہ اس کے ساتھ اس کی فوجوں کو بھی غرق کر دیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ فرعون اپنے جنود یعنی لشکروں کے ہمراہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے خلاف برسرِ پیکار رہا۔

"فاتبعھم فرعون بجنودہم فغشیھم من الیم ما غشیھم" (طٰہٰ آیت نمبر ۷۸)

(ترجمہ) پس فرعون اپنے لشکر لے کر (حضرت موسٰیؑ) کے تعاقب میں روانہ ہوا تو پانی نے (اسے اور اس کے لشکروں کو) ڈھانپ لیا۔

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ جب فوج ظلم و ستم میں کسی آمر کا ساتھ دیتی ہے تو آمر کے ساتھ وہ بھی اللہ کی گرفت میں آجاتی ہے۔ آیاتِ الٰہی گواہ ہیں کہ فوج حق و صداقت کا ساتھ دینے اور حاکمِ اعلیٰ کے جائز احکام کی تعمیل کی پابند ہے ظلم و سرکشی کے کاموں میں اگر وہ اپنے مقتدرِ اعلیٰ کی اطاعت کرتی ہے تو اس کا انجام ہلاکت کے سوائے اور کچھ نہیں ہوتا۔

"عقلِ کُل"

آمر ہمیشہ یہ دعویٰ کر کے برسرِ اقتدار آتے ہیں کہ ملک کے سیاستدان نااہل ہیں ان میں تدبر و فراست نام کی کوئی شے نہیں ہے وہ عوام کے مسائل حل کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ اس دعوے کے پیچھے دراصل یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ "برسرِ اقتدار آنے والا آمر ان سب سے

> فرعون کا دعویٰ تھا کہ وہ
> آمرِ مطلق ہے
> وہ خود کو طاقت کا اصل
> سرچشمہ سمجھتا تھا اور اپنے
> وزراء کو اپنا تابع۔

بہتر و برتر اور اعلیٰ ترین صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس کے سامنے سب طفلِ مکتب ہیں۔ "فرعون و کلیم کی داستانِ کشمکش" کے فاصل مؤلف نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے لکھتے ہیں:۔

"فرعون نے بھی اپنے آپ کو شہریوں کے دل و دماغ کا واحد اجارہ دار قرار دیا اور اپنے عقلِ کل ہونے کا دعویٰ کیا چنانچہ اس نے لوگوں کو متنبہ کیا کہ اس کی اجازت کے بغیر نہ وہ کسی دوسرے نظریے کے قائل ہو سکتے ہیں اور نہ اسکی رائے اور تجویز کے خلاف کسی دوسری رائے اور تجویز کو قبول کر سکتے ہیں"۔ اس "جرم" کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف اس نے سخت ترین سزائیں مقرر کیں اور ایسے ضابطے جاری کئے جن سے لوگ لرزاٹھے چنانچہ جب جادوگر حضرت موسٰی علیہ السلام کے مقابلے میں شکست کھا گئے اور آپؑ پر فوراً ایمان لے آئے تو فرعون نے غضبناک ہو کر کہا کہ

امنتم لہ قبل ان اذن لکم

(الشعراء آیت نمبر ۴۸)

تم لوگ میری اجازت کے بغیر (موسٰی پر کیسے) ایمان لے آئے؟

گویا فرعون نے لوگوں کے ایمان بھی اپنے قبضے میں لے لئے تھے اور ان کی مذہبی آزادی مکمل طور پر سلب کر لی تھی۔ وہ بہت بڑا مذہبی اجارہ دار تھا اور اپنے آپ کو دنیاوی معاملات ہی میں نہیں مذہبی معاملات میں بھی "عقلِ کل" سمجھتا تھا۔

فرعون کا تمسخر

فرعون کے مزاج میں اس کی قوت و اقتدار نے تمسخر و استہزا کا مادہ بھی پیدا کر دیا تھا جیسا کہ آمر اور فرعون صفت لوگ طاقت کے نشے میں اپنے سیاسی اور مذہبی مخالفین کا مذاق اڑاتے ہیں چنانچہ ایک روز اس نے حضرت موسٰیؑ پر طنز اور استہزا کا وار کیا

اور اپنے انجینئر ہامان سے کہا کہ

فاوقد لی یا ھامان علی الطین فاجعل لی صرحا لعلی اطلع الیٰ الٰہ موسیٰ (القصص)

یعنی اے ہامان گیلی مٹی سے میرے لئے اینٹیں پکا اور ایک بلند عمارت بنا شاید اس پر چڑھ کر میں موسیٰؑ کے خدا کا پتہ لگا سکوں۔

پھر ایک اور مقام پر قرآن حکیم نے فرعون کے تمسخر کی یوں نشاندہی فرمائی "وقال فرعون یاھامٰن ابن لی صرحاً لعلی ابلغ الاسباب o اسباب السمٰوٰت فاطلع الیٰ الٰہ موسیٰ۔

(سورۃ المؤمن آیت نمبر ۳۵)

فرعون نے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت تعمیر کر تاکہ میں آسمان کی بلندیوں تک پہنچنے کے ذرائع پر قابو پا سکوں اس طرح موسیٰ کے خدا کا حال معلوم کر سکوں۔

حالانکہ فرعون خوب جانتا تھا کہ اس کا انجینئر ہامان کتنی بھی بلند عمارت تعمیر کر سکے وہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتی مگر اس نے دانستہ تمسخر کیا۔ قرآن حکیم اس بارے میں خاموش ہے کہ ہامان نے فرعون کے لئے کوئی بلند عمارت یا مینار تعمیر کروایا تھا یا نہیں البتہ بعض مفسرین نے یہ قصہ اپنی تفسیروں میں درج کیا ہے کہ ہامان نے ایک بہت بلند و بالا مینار فرعون کے لئے تعمیر کروایا۔ فرعون کو جب مینار کی تیاری کی اطلاع دی گئی تو وہ تیر کمان لے کر اس پر چڑھا اور آسمان کی طرف ایک تیر پھینکا (جو شاید اس نے خون میں تر کر لیا تھا) جب وہ تیر واپس آیا تو فرعون نے خون آلود تیر اپنے درباریوں کو دکھایا کہ لو آج میں نے موسیٰ کے خدا کا قصہ بھی پاک کر دیا۔

فرعون کو جو اقتدار حاصل تھا وہ عوام کی حمایت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس کی اصل طاقت اس کی فوج تھی۔

اس قسم کے مسخرے آمروں کا جو انجام ہوتا ہے وہی فرعون کا ہوا۔ نہ فرعون خدا کے عذاب سے بچ سکا نہ اس کا مصاحب خاص ہامان۔ کیونکہ ظالم آمروں کا ساتھ دینے والے بھی ظالموں میں شمار ہوتے ہیں اور خدا کی گرفت میں آنے سے بچ نہیں سکتے۔

فرعون فریب کار تھا

آمروں کا ایک طریقۂ واردات یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ دھوکے اور مکروفریب سے کام لیتے ہیں، لوگوں کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور انہیں طرح طرح سے بیوقوف بناتے ہیں سادہ لوح قسم کے لوگ ان کے فریب میں آجاتے ہیں۔

فرعون کو بھی جن لوگوں نے مذہبی و سیاسی رہنما کے طور پر قبول کیا تھا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اس کے ساتھ حق و صداقت تھی یا کوئی معقول دلیل اس کے پاس تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ لوگ سادہ لوح تھے۔ فرعون اُن کی سادگی سے فائدہ اٹھاتا تھا اور انہیں اپنی مذہبی و سیاسی برتری کا قائل کرنے کے لئے مکروفریب سے کام لیتا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کے مقابلے پر آنے والے جادوگر مغلوب ہو گئے اور انہوں نے رب موسیٰ پر ایمان لانے کا اقرار کیا تو یہ کہہ کر اپنے سابقہ افعال سے بیزاری کا اظہار کیا کہ

مااکرھتنا علیہ من السحر

(طٰہٰ آیت نمبر ۷۲)

تو نے ہمیں مکروفریب پر مجبور کیا تھا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اس قسم کے آمروں کے فریب کا پردہ اگر چاک کر دیا جائے تو قوم ان کے جابرانہ تسلط سے ہمیشہ کے لئے نجات پا جاتی ہے اور یہ آمر ذلیل و خوار ہو کر اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔

مذہبی آمر

فرعون محافظ مذہب تھا

فرعون کے بارے میں بعض اصحاب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ دہریہ تھا حالانکہ یہ خیال صحیح نہیں۔ ہماری زبان میں دہریہ خدا کے منکر اور لا مذہب کو کہتے ہیں یعنی ایسا شخص جو سرے سے مذہب ہی کا قائل نہ ہو جبکہ فرعون بہت بڑا مذہبی شخص تھا نہ صرف مذہبی تھا بلکہ خود کو مذہب کا سب سے بڑا محافظ قرار دیتا تھا۔ یہ الگ بات کہ اس کا مذہب جھوٹا تھا مگر اس کا جو بھی مذہب تھا وہ اس پر بڑی سختی سے قائم تھا اور کسی کو اس سے انحراف کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ دیوی دیوتاؤں کا تصور کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو لیکن یہ تصور کسی مذہب کی نمائندگی تو کرتا ہے۔ فرعون کے زمانے میں بھی دیوی دیوتاؤں کی پرستش ہوتی تھی جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ فرعونوں کے متعدد دیوی دیوتا تھے۔ ستاروں سے لے کر زمین پر پائی جانے والی مختلف مخلوقات ان کے معبود و مسجود تھے۔ ان میں "آمن راع" سب سے بڑا دیوتا تھا جسے سورج کا دیوتا کہتے تھے۔ فرعون اسی سورج دیوتا کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

قدیم مصریوں کا خدا "اخناتون"

"مصریوں میں الوہیت آمیز شاہی کا تصور بھی پوری طرح نشو و نما پا چکا تھا اور تاجدارانِ مصر نے نیم خدا کی حیثیت اختیار کر لی تھی ان (فرعونوں) کا لقب "فارع" اسی لئے ہوا کہ وہ "رع" یعنی سورج دیوتا کے اوتار سمجھے جاتے تھے" (ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۴۸)

گویا فرعون صرف دنیاوی بادشاہ نہیں تھا بلکہ اسے مصر کے لوگوں کی مذہبی پیشوائی بھی حاصل تھی۔ اس کے دارالسلطنت میں سورج دیوتا کا سب سے بڑا مندر واقع تھا جس کے پروہت کو بڑا بلند مقام حاصل تھا۔ علمائے مصر فرعون کے مزاج میں خاصا دخل رکھتے تھے اور بعض دفعہ وہ فرعون سے باز پرس بھی کر لیتے تھے چنانچہ قرآن کریم میں بھی فرعون سے انہی مذہبی درباریوں کی باز پرس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں فرعون کے ساحر حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں شکست کھا کر اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ وہ موسیٰ کے رب پر ایمان لاتے ہیں اور فرعون کے غضبناک ہونے پر کہتے ہیں کہ کیا تو ہم سے اس بات پر بگڑ رہا ہے کہ ہم اپنے رب کے نشانات دیکھ کر ایمان لے آئے اس کے بعد وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں صبر کی دولت سے نواز اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے۔

یہ سن کر فرعون کے درباری علماء اس سے کہتے ہیں کہ

وقال الملا من قوم فرعون اتذر موسیٰ وقومہ لیفسدوا فی الارض ویذرک والھتک (الاعراف آیت نمبر ۱۲۶)

فرعون بہت بڑا مذہبی آمر تھا۔ خود کو مذہب کا سب سے بڑا محافظ قرار دیتا تھا کسی کو اپنے مذہب سے منحرف ہونے کی اجازت نہ دیتا تھا

اور فرعون کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا کہ کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اسی طرح آزاد چھوڑے رکھے گا تاکہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور تجھ سے اور تیرے معبودوں سے منحرف رہیں۔

علمائے فرعون کا کردار

یہ آیات بتاتی ہیں کہ فرعون کے درباریوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو خود کو مذہب کا پاسبان سمجھتے تھے۔ یہ علمائے فرعون اس امر پر نگاہ رکھتے تھے کہ ان کے مذہب کا انکار کرنے والوں کو کھلی چھٹی نہیں ملنی چاہیئے ورنہ یہ لوگ ملک میں فساد برپا کر دیں گے اور عوام ان کے مذہب سے باغی ہو جائیں گے۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون خود کو رب اعلیٰ کہلوانے کے باوجود معبودانِ باطل کی پرستش بھی کرتا تھا ورنہ اس کے علما اس سے یہ کبھی نہ کہتے کہ "یہ لوگ کب تک تیرے معبودوں سے منحرف رہیں گے"، گویا اس کے بھی کچھ معبود تھے جن کی وہ عبادت کرتا تھا۔

علمائے فرعون نے اپنے بادشاہ سے جو کچھ کہا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف فرعون ہی کو نہیں اس کے علما کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ سے سخت خطرہ تھا اور یہ خطرہ اس وقت زیادہ شدت اختیار کر گیا جب فرعون کے ساحر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں شکست کھا کر آپ پر ایمان لے آئے اسکی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ فرعون کے اقتدار کے ساتھ اس کے علماء کا اقتدار وابستہ تھا اور دونوں ایک دوسرے کی لازمی ضرورت تھے۔

علمائے مصر کے اس اعتراض پر کہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے متبعین کو ملک میں کیوں آزاد چھوڑ رکھا ہے فرعون نے وہی جواب دیا جس سے

اس کے علماء کی تسلی و تشفی ہوتی تھی چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ میں اس نے کہا کہ:۔

انی اخاف ان یبدل دینکم
(سورۃ المومن آیت نمبر ۲۵)

یعنی (واقعی مجھے اندیشہ ہے کہ (موسیٰ) تمہارا دین بدل کر رکھ دے گا (تمہیں مرتد کر دے گا)

مذہب خطرے میں ہے

گویا فرعون اور اس کے درباری علما نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نجات حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلا حربہ وہی استعمال کیا جو ایسے مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے کہ "مذہب خطرے میں ہے" چونکہ مذہب ہمیشہ سے انسانی نفسیات کا سب سے نازک پہلو ہے اس لئے مذہبی آمروں نے اسی پر سب سے زیادہ زور دیا اور دین خطرے میں ہے کا نعرہ لگا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں ہر خود غلط علمائے وقت ان کے دست و بازو بنے

چنانچہ جب فرعون نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کو مغلوب کرنا آسان نہیں تو اس نے اپنے درباری علماء سے مشورے لئے اور فیصلہ کیا کہ ایسے خطیبوں کی خدمات حاصل کی جائیں جو پرتاثیر تقریریں کرنا جانتے ہوں اور فرعونی مذہب کے عالم ہوں۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

وابعث فی المدائن حاشرین
(الشعراء آیت نمبر ۳۴)

یعنی فرعون کے مشیروں نے اسے مشورہ دیا کہ ملک کے مختلف شہروں میں ایسے لوگوں کو بھیجئے جو حاشرین ہیں۔

"حاشرین" کے معنی کئی ہیں۔ ایک ایسے لوگ جو اپنی پُرتاثیر تقریروں سے حشر برپا کر دیں۔ دوسرے وہ لوگ جو چرب زبان ہوں۔

تیسرے وہ خطیب جو لوگوں کو جمع کرنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ جب معاملہ دین و مذہب کا ہو اور وہ "خطرے" میں پڑ گیا ہو تو اس نازک موقع پر اس "خالص دینی مہم" کے لئے دنیادار لوگوں کا تو انتخاب نہیں کیا جا سکتا۔ اس خدمت کے لئے انہی لوگوں کو منتخب کیا جائے گا جو

مچھلی دیوتا

مذہب کے عالم ہوں۔ صرف عالم نہ ہوں بلکہ عوام میں انہیں مقبولیت بھی حاصل ہو۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ کے مقابلے میں اس عہد کے نامور علماء اور شعلہ بیان خطیبوں کا انتخاب کیا تھا تاکہ دین حق کے چراغ کو ان کی پھونکوں سے بجھایا جا سکے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر آمر اپنے اقتدار کی بقا کے لئے مذہبی اجارہ داروں کو استعمال کرتا چلا آیا ہے۔

فرعون کے ساحر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے

فرعون اور اس کے مذہبی درباریوں کا سب سے بڑا اور موثر نعرہ یہ تھا کہ "مذہب خطرے میں ہے"

کے لئے فرعون نے ابتدا میں دو طریقے اختیار کئے تھے ایک ساحروں کے ذریعے مقابلہ اور دوسرے علما کے ذریعے بڑے بڑے شہروں کے لوگوں کو جمع کرنا تاکہ وہ لوگوں کو حضرت موسٰی کے خلاف مشتعل کرسکیں اور قبل اس سے کہ حضرت موسٰی کی دعوت ان شہروں میں پہنچے اہل شہر آپؑ کے مخالف ہو چکے ہوں۔

ابتداء میں فرعون نے حضرت موسٰیؑ کے دلائل سے لاجواب ہوکر آپ کو ساحر ٹھہرایا اور فیصلہ کیا کہ آپ کا مقابلہ ساحروں سے کروایا جائے۔

ساحر کے معنی جادوگر کے بھی ہیں اور اس شخص کے بھی جو شعلہ نوا خطیب ہو چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضور اقدس فرماتے ہیں۔

ان من البیان سحرا

(بخاری جلد نمبر ۲ باب السحر)

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض بیانات اپنے اندر سحر (جادو) کی تاثیر رکھتے ہیں۔

پس حضرت موسٰی کے مقابلے کیلئے جن ساحروں کو مدعو کیا گیا تھا وہ علم سحر میں کمال رکھنے کے علاوہ باکمال خطیب بھی تھے۔ اس کا اندازہ ان کی اس تقریر سے ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت موسٰیؑ سے شکست کھانے کے بعد فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے کی تھی۔ یہ تقریر فصاحت و بلاغت اور ناقابل شکست دلائل سے پُر ہے۔

گویا فرعون کے ساحر صرف علم شعبدہ باز نہیں تھے بلکہ ان کی عالمانہ اور خطیبانہ حیثیت بھی تھی۔ مصر کی تاریخ بھی شاہد ہے کہ وہاں ساحروں کو مذہبی و سماجی اور سیاسی امور میں بڑا دخل تھا چنانچہ ایک مؤرخ لکھتے ہیں کہ:

"حضرت موسٰیؑ کی بعثت کا زمانہ مصری تمدن کی جو تاریخ پیش کرتا ہے اس میں یہ بات بہت نمایاں نظر آتی ہے کہ مصری علوم و فنون میں "سحر" کو ایک مستقل علم دین کی حیثیت حاصل تھی اور اسی بنا پر ساحرین کا رتبہ مصریوں میں بہت بڑا سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ ان کو شاہی دربار میں بھی بڑا رسوخ حاصل تھا اور جنگ و صلح، پیدائش و وفات کی زائچہ کشی اور اہم سرکاری معاملات میں بھی ان سے رجوع کیا جاتا تھا۔ اور ان کے ساحرانہ نتائج کو بڑی وقعت دی جاتی تھی حتیٰ کہ مذہبی معاملات میں بھی ان کو اہم جگہ دی جاتی تھی"

{قصص القرآن حصہ اوّل صفحہ ۳۸۹ مؤلفہ مولانا حفظ الرحمٰن}

فرعون کے ساحر اس دور کے بہت بڑے عالم تھے جنہیں مذہبی معاملات میں بھی اہم جگہ دی جاتی تھی (مولانا حفظ الرحمٰن)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون نے جن ساحروں کو حضرت موسٰی علیہ السلام کے مقابلے کے لئے جمع کیا تھا وہ نہ صرف اپنے فن میں کمال رکھتے تھے بلکہ ان کی عالمانہ حیثیت بھی تھی۔ انہیں مذہبی تقدس بھی حاصل تھا اور فرعون بھی ان پر بڑا اعتماد کرتا تھا۔ ان کے علم کی بنا پر جنگ اور صلح جیسے امور کے فیصلے کئے جاتے تھے گویا فرعون کے ساحر اور اس کے علماء دونوں اس زمانے کی مذہبی شخصیتیں تھیں اور دونوں حضرت موسٰی کے خلاف متحد ہو گئی تھیں مگر دونوں ناکام ہوئیں۔

انصاف کا خون

آمروں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ عدل و انصاف کا خون کرتے ہیں۔ عدلیہ ان کے تابع ہوتی ہے اور کچھ صاحب ضمیر و صاحب کردار ججوں

کے علاوہ جو ہر دور میں موجود ہوتے ہیں ۔ عام طور پر عدلیہ کے ارکان آمروں کے اشارۂ ابرو پر اپنے فیصلے قلم بند کرتے ہیں ۔ فرعون بھی آمر تھا اور اپنے دور کا سب سے بڑا آمر، اسلئے بھی ہر موقع پر حق و انصاف کا خون کیا ۔ اس نے مذہبی امور کے فیصلے کیلئے جن ساحروں کو متعین کیا جب انہوں نے اپنا فیصلہ سنا دیا تو بجائے ان کا فیصلہ تسلیم کرنے کے فرعون ان پر غضبناک ہوا ۔ سورہ طٰہٰ میں خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ اور فرعون کے ساحروں کے درمیان ہونے والے مقابلے کی جگہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

"مکاناً سویً"

اور "مکاناً سویً" کے ایک معنی ہیں ایسی جگہ جہاں سب کو انصاف کی برابر توقع ہو ۔ (غریب القرآن از ابوالفضل) مگر انصاف کی اس جگہ انصاف کی توقع نہ صرف پوری نہیں ہوئی بلکہ انصاف کا فیصلہ سنانے والوں کا خون بہایا گیا چنانچہ ایک تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ

نئی سزا کا بانی

"ایک خاص نئی سزا فرعون نے یہ نکالی تھی کہ جس پر زیادہ ناراض ہوتا تھا تو اس کا ایک ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا کرتا تھا ۔ ان مومنین صادقین کے ساتھ بھی اس نے یہی عمل کیا اور ان کے خلاف جانب کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا کر سولی پر چڑھوا دیا ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ صبح کے وقت جادوگر کہلاتے تھے اور شام کو شہید کہلائے جانے لگے۔"

(انبیائے قرآن جلد دوم صفحہ ۱۶۶ مولفہ محمد جمیل احمد ایم اے ۔

جب عدل و انصاف کے سارے دروازے ان مومنین صادقین پر بند کر دیئے گئے بلکہ انصاف کا خون سرعام بہنے لگا تو ان مظلوموں اور کمزوروں کی جماعت کے ایمان میں کسی قسم کی کمزوری پیدا ہونے کی بجائے عجیب جرأت ایمانی پیدا ہو گئی جس کی قرآن یوں شہادت دیتا ہے ۔

"قالوا لن نوثرک علیٰ ماجاءنا من البینٰت والذی فطرنا فاقض ما انت قاض انما تقضی ھٰذہ الحیوٰۃ الدنیا ۔ (طٰہٰ آیت نمبر۷۲)

(اس پر انہوں (حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے ساحروں) نے کہا کہ ہم تجھے ان نشانات پر فوقیت نہیں دے سکتے ۔ جو (ہمارے رب کی جانب سے) ہمارے پاس آچکے ہیں اور نہ اس (اللہ) پر جس نے ہمیں پیدا کیا ۔ تو جو کچھ کر سکتا ہے کر لے ۔ تیرے اختیار میں (صرف) اس دنیا کی زندگی کو ختم کرنا ہے)

قرآن کریم نے اس ارشاد کے ذریعے ایک طرف آمروں کو متنبہ کیا ہے کہ ان کا ظلم صرف اس دنیا تک محدود ہے جو لوگ حق و صداقت کے امین ہوتے ہیں وہ ظالموں کے ظلم کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے ہیں اور یہاں سے سرخرو ہو کر اپنے رب کریم کی ابدی جنت میں جا پہنچتے ہیں مگر آمروں کا ظلم ایک دن ضرور رنگ لاتا ہے اور یہ خونِ ناحق خود ان آمروں کو لے ڈوبتا ہے ۔ دوسری طرف حق و صداقت کی راہ میں قربانیاں دینے والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ ظلم و جبر کے مقابلے میں سپر انداز نہ ہوں یہ دنیا ناپائیدار ہے ، موت برحق ہے ، حق کی خاطر موت قبول کرنے والے اپنے رب کی خوشنودی سے نوازے جاتے ہیں اور اس کی شفقت ورحمت کی گود میں جا بیٹھتے ہیں ۔

> فرعون کے علما اس کے مزاج میں بڑا دخل رکھتے تھے اور بعض دفعہ تو وہ اس سے باز پرس بھی کر لیا کرتے تھے

جب کوئی آمر کسی استحقاق کے بغیر ملک پر قبضہ کر کے عوام کو اپنا غلام بنالیتا ہے اور اپنے اقتدار سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کرتا ہے تو اپنے اس ناپاک مقصد کے لئے متعدد حربے اختیار کرتا ہے یہ سارے حربے سخت ظالمانہ ہوتے ہیں۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ فرعون بھی بغیر کسی استحقاق کے اپنے عوام پر مسلط ہو گیا تھا اور وہ سخت چیرہ دست تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

انہ کان عالیاً من المسرفین

(دخان آیت نمبر ۳)

اور وہ (فرعون) بڑا سرکش اور حد سے تجاوز کر جانے والوں میں سے تھا۔

پھر دوسری جگہ فرمایا ہے

وان فرعون لعالٍ فی الارض
وانہ لمن المسرفین۔

(یونس آیت نمبر ۸۲)

اور بلاشبہ فرعون بڑا چیرہ دست اور حد انصاف سے باہر ہو جانے والوں میں سے تھا۔

گویا فرعون کی سب سے بڑی چیرہ دستی یہی تھی کہ وہ اپنی قوم پر بلا کسی استحقاق کے مسلط ہو گیا تھا اور اس نے انصاف کی تمام حدود کو توڑ ڈالا تھا۔

انصاف کی حدود کو پامال کرنے اور فرعون کے چیرہ دست ہونے کا قرآن کریم نے جابجا ذکر فرمایا ہے۔ دراصل یہ ذکر اس کی چیرہ دستیوں کی تفصیل ہے۔

فرعون کی چیرہ دستیاں

آمروں کو سب سے زیادہ خطرہ عوام کے اتحاد سے ہوتا ہے اس لئے وہ کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں میں اختلاف و انتشار پیدا کریں۔ انہیں مختلف گروہوں میں جماعتوں میں تقسیم کر دیں ان میں نظریاتی اختلاف پیدا کریں۔ پہلے خود ایک نظریہ اختیار کر لیتے ہیں اس کی صحت پر مسلسل اصرار کرتے ہیں اسطرح اختلاف کرنے والے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں پھر ان اختلاف کرنے والوں کے اختلافات کو ہر آمر ہوا دیتا ہے اس طرح لوگ مختلف جماعتوں اور گروہوں میں بٹ کر رہ جاتے ہیں اور آمر کا اقتدار مضبوط ہو جاتا ہے۔

فرعون نے بھی اقتدار پر قابض ہونے کے بعد یہی پالیسی اختیار کی اور اہل ملک کو مختلف گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کر دیا تاکہ اس کے خلاف اجتماعی قوت باقی نہ رہے چنانچہ قرآن حکیم اس کی تصدیق کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعاً (القصص آیت نمبر ۳)

(فرعون نے ملک میں بڑی طاقت حاصل

(رعمسیس) کا دیوتا

کرلی تھی اور اس نے لوگوں کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پھر فرمایا :۔

انہ کان من المفسدین
(القصص آیت نمبر ۴)

واقعی وہ بہت بڑا مفسد تھا (یا اس نے سخت فساد برپا کر رکھا تھا) اس کے فسادوں میں سے سب سے بڑا فساد یہ تھا کہ وہ ایک مظلوم اور کمزور قوم پر ظلم کرتا تھا۔ یہ ظلم کس طرح کا تھا۔ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق اس کی ایک پالیسی تو یہ تھی کہ وہ ایک جماعت خصوصاً (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت) کو کمزور کرنے کے درپے رہا اور ان کے سپوتوں کو قتل کرواتا رہا اور ان کے عام لوگوں سے احتراز کرتا رہا اور اپنی ان پالیسیوں کی بنا پر وہ پرلے درجے کا مفسد انسان تھا۔ قرآن کریم میں اس بات کا یوں ذکر کیا گیا ہے

یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحی نساءھم انہ کان من المفسدین (القصص آیت نمبر ۴)

(ترجمہ) (اس فرعون نے) ایک جماعت (یعنی بنی اسرائیل) کو کمزور کر دیا تھا (وہ اس طرح کہ) ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو زندہ رکھتا تھا واقعی وہ بڑا مفسد تھا۔

اس طرح فرعون ایک تیر سے دو شکار کرتا تھا۔ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر کے اپنے ہم قوموں پر اپنا رعب قائم کرتا تھا اور بنی اسرائیل کی طاقت کو کمزور کرتا جاتا تھا تاکہ وہ کسی وقت

> فرعون نے عوام کو مختلف
> جماعتوں اور گروہوں میں
> تقسیم کر دیا تھا تاکہ
> اس کے خلاف اجتماعی
> قوت باقی نہ رہے

اس کے لئے خطرہ نہ بن جائیں اور بدستور اس کی غلامی کرتے رہیں۔

فرعون اپنے ملک کا حاکم اعلیٰ ہوتے ہوئے اپنے ہی ہموطنوں پر ظلم و ستم کر کے اپنے منصب سے بہت نیچے گر گیا اور عام فتنہ پرداز لوگوں کے زمرہ میں جا شامل ہوا۔ گویا اس نے اپنے بلند مرتبہ کا پاس نہ رکھا۔ خدا تعالےٰ کے ارشاد انہ کان من المفسدین (القصص آیت نمبر ۵) میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ مفسدوں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

فرعون کا طبقاتی نظام

فرعون نے اپنے اہل ملک کو ایک

ایسے نظام میں جکڑ رکھا تھا جسے آج کی اصطلاح میں طبقاتی نظام کہنا چاہیئے جب عوام کو مختلف گروہوں میں تقسیم کردیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے ۔ اگر ساری جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے کا موقع دے دیا جائے تو اس کے نتیجے میں ملک کو نمائندہ حکومت میسر آجاتی ہے جو عوام کی فلاح کے لئے کام کرتی ہے ۔ کیونکہ ان جماعتوں کے نمائندوں کو خطرہ رہتا ہے کہ اگر انہوں نے عوام کی خدمت نہ کی تو ان کی جماعتیں الگ ان سے باز پرس کریں گی اور عوام الگ ان کا گریبان پکڑیں گے مگر آمر کو اس کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ اس سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ہر آمر جماعتوں کے اتحاد سے لرزتا ہے ۔

لوگوں کو اپنے مقاصد کے لئے گروہوں میں تقسیم کرنا تو اس کی ضرورت ہوتی ہے مگر کوئی آمر یہ خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہوتا کہ اس کی مخالف جماعتیں متحد ہو کر اپنے حقوق طلب کریں ۔ یہی حکمت عملی فرعون کی تھی چنانچہ اُردو انسائیکلو پیڈیا کے فاضل مقالہ نگار نے بھی فرعون کی پالیسی کے بارے میں قرآن کریم کے ارشاد کے حوالے سے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے ۔

"فرعون نے ملک میں سرکشی اختیار کر رکھی تھی اور ظلم وستم توڑنے کیلئے اپنی رعایا کو (طبقوں) میں بانٹ کر ایک ایسا ظالمانہ طبقاتی معاشرہ قائم کردیا تھا جو چھوٹے، بڑے مضبوط اور کمزور طبقوں میں منقسم تھا ۔ اس نے طبقاتی نزاع پیدا کر رکھی تھی"۔

(اردو دائرۃ المعارف شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی لاہور زیر حرف (ف صفحہ ۲۷۴)

فرعون نے اپنے مخالفوں کو ملازمتوں سے برطرف کردیا تھا، ان کی ترقیاں روک دی تھیں اور ان کا معاشی استحصال کیا تھا۔

مخالفوں کا معاشی استحصال

آمروں کا ایک طریقہ کار یہ بھی ہوتا ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے مخالف ان کی مذہبی یا سیاسی قیادت قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے یا ان کے ظالمانہ وجابرانہ طور طریقوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو ان کا معاشی استحصال شروع کر دیتے ہیں انہیں بے روزگار کرتے ہیں انہیں ان کے عہدوں سے برطرف کر دیتے ہیں ان کی ترقیاں روک دیتے ہیں اور ان پر ایسی ناروا پابندیاں لگا دیتے ہیں کہ غریب روٹیوں کو محتاج ہو جاتے ہیں ۔ ظالم آمر اس میں بڑا سکون محسوس کرتے ہیں ۔ اپنے اس طریقہ کار سے وہ خدائی اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کے مرتکب ہوتے ہیں ۔ یہ ظلم و تکبر کا انتہائی مقام ہے ۔ فرعون نے بھی اپنے مخالفین کو دبانے کے لئے یہی شرمناک طریقہ اختیار کیا تھا چنانچہ دائرۃ المعارف کا فاضل مقالہ نگار لکھتا ہے

"اس (فرعون) نے بنی اسرائیل کو اچھے کاموں اور اچھے عہدوں سے محروم کر دیا تھا (۲۸ القصص) طرح طرح کی تکلیفوں سے انہیں ذلیل وخوار کیا جاتا تھا" (اردو دائرۃ المعارف زیر حرف (ف) صفحہ نمبر ۲۷۴)

اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو عہدوں اور انعام واکرام سے نوازا جاتا تھا جو فرعون کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے اور اس کے غلط نظریات کی تصدیق کرتے تھے ۔

جس معاشرے میں نظریات وعقائد کی بنا پر اس قسم کا استحصالی نظام قائم ہو اور لوگوں کو معاشی لحاظ سے مفلوج کیا جارہا ہو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہاں کوئی بدترین اور فرعون صفت آمر برسرِ اقتدار ہے جو اسی انجام سے دوچار ہونے والا ہے جس سے فرعون دوچار ہوا تھا ۔

حضرت موسیٰؑ پر الزامات

فرعون اپنی قوم کو یہ کہہ کر ڈراتا تھا کہ اگر حضرت موسیٰؑ کامیاب ہو گئے تو تمہیں غلام بنا کر تمہارے ملک پر قبضہ کر لیں گے۔

غیر ملکی امداد کا الزام

آمروں کا ایک معروف طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر اس شخص کو غیر ملکی ایجنٹ قرار دیتے ہیں جو ان کے اقتدار کو للکارتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ملک میں ان کے خلاف نفرت پیدا کی جائے ان کے ہم نواؤں کو ان سے بدظن کیا جائے، ان کی جماعت میں شامل ہونے والوں کو روکا جائے اور ان کی طاقت کو کمزور کر دیا جائے۔ آمر اس مقصد میں عارضی طور پر کامیاب بھی ہو جاتے ہیں چنانچہ فرعون کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہت کم لوگ ایمان لائے حتیٰ کہ آپ کی قوم (بنی اسرائیل) کی اکثریت بھی آپ کی تصدیق کا اعلان کرنے سے گریز کرتی تھی کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ فرعون اور اس کے سیاسی و مذہبی ایجنٹ اس کی راہ میں کانٹے بچھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے

فما امن لموسیٰ الا ذریۃ من قومہ علی خوف من فرعون وملائھم ان یفتنھم۔

(یونس آیت نمبر ۸۳)

(پس جب عصا کا معجزہ ظاہر ہوا تو) موسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی قوم میں سے بہت تھوڑے ایمان لائے (کیونکہ) وہ ڈرتے تھے کہ فرعون اور اس کے سردار (ان مومنین) کا ایمان ظاہر ہو جانے پر انہیں اذیتیں پہنچائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی قلیل تعداد کا ایمان لانا اور اکثریت کا ایمان لانے سے گریز اس لئے بھی تھا کہ فرعون حضرت موسیٰؑ پر طرح طرح کے الزام لگا کر آپ کو بدنام کرتا تھا اور عوام کو آپ کے خلاف مشتعل کرتا تھا ان میں سے ایک الزام یہ بھی تھا کہ حضرت موسیٰؑ کسی غیر ملکی طاقت کے ایجنٹ ہیں۔ چنانچہ اس نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ

انی لاظنک یا موسیٰ مسحورا

(بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۰۰)

(اے موسیٰ میرے خیال میں تو تجھ پر سحر کیا گیا ہے) حالانکہ فرعون تو حضرت موسیٰؑ کو خود بہت بڑا جادوگر کہتا تھا یعنی حضرت موسیٰؑ دوسروں پر سحر کرتے تھے ان پر سحر کرنے کے کیا معنی؟ اصل بات یہ ہے کہ لفظ مسحور۔ سحر سے اسم مفعول ہے اور سحر کے ایک معنی کھانا کھانے کے بھی ہیں۔ گویا فرعون حضرت موسیٰؑ پر یہ الزام بھی عائد کرتا تھا کہ وہ کسی بیرونی طاقت کے ایجنٹ اور آلہ کار ہیں جس

کا نمک کھا کر نعوذ باللہ وہ ملک میں فتنہ انگیزی کر رہے ہیں انہیں سحر یعنی (کھانے کو دیا جاتا ہے) دوسرے الفاظ میں مالی ایڈ (AID) دی جا رہی ہے۔

ہوسِ اقتدار کا الزام

اس خیال کی مزید تائید خود قرآن کریم سے ہوتی ہے کہ ساحروں کو مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے فرعون نے ان کے سامنے ایک اور پہلو بھی رکھا اور وہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوسِ اقتدار اور ملک گیری کا الزام لگایا اور قوم سے کہا کہ موسیٰؑ تمہیں تمہارے ملک سے نکال کر خود صاحبِ اقتدار بننا چاہتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:-

قالوا ان ھذٰن لساحران یریدان ان یخرجٰکم من ارضکم بسحرھما۔

(طٰہ آیت نمبر ۶۲)

"کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ دونوں (موسیٰؑ و ہارونؑ) جادوگر ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دیں"۔ (اور خود قبضہ کر لیں)

اس طرح فرعون نے قوم کو غیرت دلا کر اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی اور انہیں یہ کہہ کر مشتعل کیا کہ اگر موسیٰؑ کامیاب ہو گئے تو وہ تمہارے ملک پر قبضہ کر لیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ہمیشہ کے لیے ان کے غلام بن جاؤ گے۔

ہر آمر کا یہی طریقہ کار ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخالفوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے عوام کے قومی جذبات کو ابھارتا ہے اور انہیں یقین دلاتا ہے کہ اگر تم لوگوں نے اس (آمر) کے مخالفوں کا ساتھ دیا تو یاد رکھو یہ تمہیں اس غیر ملکی طاقت کا غلام بنا دے گا جس کا یہ ایجنٹ ہے لیکن قوم کے باشعور لوگ اس کے فریب میں نہیں آتے اور جب حقیقت حال

> **آمر اپنے اقتدار کو بچانے کی خاطر اپنے مخالفین کو غیر ملکی ایجنٹ اور غدار کا طعنہ دیتے چلے آئے ہیں**

ان پر ظاہر ہو جاتی ہے تو ان کے اور آمر کے مابین اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، یہی اختلافات آمر کی طاقت کو کمزور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے درمیان مقابلے میں یہی صورت نظر آتی ہے۔ اس مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ساحروں کے مقابل پر جو قدم اٹھایا وہ یہ تھا کہ وحی الٰہی کے مطابق اپنا سونٹا استعمال کیا جس سے مراد یہ تھی کہ اپنی پوری قوت اور عزیمت کے ساتھ فرعون اور اس کے ساتھیوں کا مقابلہ کر کیونکہ خدائی تائید تیرے ساتھ ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے

والق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا

(طٰہ آیت نمبر ۶۸)

اور جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر آنے والے فرعون کے خطیبوں اور جادوگروں نے جب شکست کھائی تو اس کے دو نتیجے سامنے آئے۔

اول: ان کے درمیان اختلافات ابھر آئے اور وہ اپنے موقف پر متحد نہ رہ سکے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

فتنازعوا امرھم بینھم

(طٰہ آیت نمبر ۶۱)

(ترجمہ) فرعون اور اس کے ساتھی آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔

دوم: فرعون اور اس کے ساتھیوں نے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کیلئے ساری کی ساری کارروائی کو مخفی رکھنے کا فیصلہ کیا۔

واسروا النجوی (طٰہ آیت نمبر ۶۱)

(ترجمہ) اور وہ پوشیدہ طور پر منصوبے بنانے لگے۔

گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے مقابلہ کے موقع پر فرعون کے ساتھی اتحاد و اتفاق قائم نہ رکھ سکے بلکہ دو فرقوں میں بٹ گئے اور بعض چیدہ چیدہ شخصیات کی ہمدردیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گئیں۔ یہ مفہوم "فتنازعوا امرھم" میں لفظ تنازعہ سے نکلتا ہے۔

آمریت کا نتیجہ

اس امر کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو فرعون کی قوم میں سے ہی ایک با اثر شخص کھڑا ہوا اور اس نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو سمجھایا کہ تمہارا یہ طریق درست نہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وقال رجل مومن من آلِ فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ الخ (المومن آیت نمبر ۲۷ تا ۳۲)

(ترجمہ) اور فرعون کی مجلس شوریٰ میں) ایک مومن شخص نے جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور جس نے ابھی تک اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا کہا کہ تم ایک ایسے شخص کو (محض اس لئے) قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے (اس دعوے پر) دلیل بھی لے کر آیا ہے اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہی ہو تو اس جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا، اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشگوئیاں کر رہا ہے ان کا (وبال) تم پر پڑے گا (یاد رکھو) اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو کامیاب نہیں کرتا جو بہت جھوٹ بولنے والا اور حد سے گزر جانے والا ہو۔ اے میری قوم! آج تو تم اس سرزمین پر حاکم ہو لیکن اس عذاب سے ہمیں کون بچائے گا جو (انہیں قتل کرنے کی صورت میں ہم پر نازل ہوگا ....."

جب آمر کا ظلم حد سے گزر جاتا ہے تو اس کے ساتھیوں میں سے ہی کچھ لوگ مظلوموں کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

اور اس مومن نے کہا کہ اے میری قوم (کے لوگو!) میں تمہاری نسبت گزشتہ امتوں کے انجام بد سے ڈرتا ہوں جیسا کہ قوم نوح (قوم عاد اور قوم) ثمود اور ان کی بعد والی قوموں کا حال ہوا اور اللہ تعالےٰ بندوں پر کسی طرح کا ظلم نہیں چاہتا (پسند نہیں کرتا) اے میری قوم (کے لوگو!) میں تم پر اس دن کے (آنے) سے ڈرتا ہوں جس دن لوگ (عذاب الٰہی کو دیکھ کر) ایک دوسرے کو امداد کرنے کے لئے آوازیں دیں گے جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤ گے اور اللہ کے مقابلے میں تمہیں بچانے والا نہ ہوگا۔"

آلِ فرعون کے اس مومن کی تقریر کس قدر پر تاثیر، فصیح و بلیغ، حکمت و معرفت سے پُر مدلل اور تاریخی حقائق کا مرقع ہے۔ یہ نتیجہ ہے ایک آمر کے اس ظلم کا جس میں وہ حدِ انتہا کو عبور کر گیا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب کسی آمر کا ظلم حد سے گزر جاتا ہے اور وہ اپنے عوام پر سیاست یا مذہب کے نام پر جبر و تعدی کے سارے ریکارڈ توڑ دیتا ہے تو خدا اسی کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو مظلوموں کی امداد و نصرت کے لئے کھڑا کر دیتا ہے تاریخ ایسی شخصیتوں کے ذکر سے بھری پڑی ہے جنہوں نے کسی استحقاق کے بغیر محض ظلم و جبر سے حاکم بن جانے والے آمروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی اور بعض دفعہ تو مظلوموں کی حمایت میں ان ظالم آمروں کے خلاف صف اوّل کی قیادت کا فریضہ بھی ادا کیا۔ ایسے ہی خوش نصیب صاحبانِ ایمان اور جری دل لوگوں کو تاریخ سلام کرتی ہے۔

ہواؤں کا دیوتا

صرف فرعون پر منحصر نہیں آمروں اور جابر سلاطین کا طریقہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جب اہلِ حق کی جماعت یا اس کا سربراہ ان سے اختلاف کرتا ہے تو وہ کوشش کرتے ہیں کہ اختلاف کرنے والوں کو اکثریت سے خارج کر دیں تاکہ ان کی دینی حیثیت ختم ہو جائے اور مذہبی لحاظ سے لوگ ان کا ساتھ چھوڑ کر آمرِ وقت سے آملیں۔ یہ چال ہمیشہ کامیاب رہی مگر عارضی طور پر۔ جب حقائق سامنے آتے ہیں تب لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ ان سے دھوکا کیا گیا۔ یہی طریقہ فرعون نے اختیار کیا۔

فتوئ کفر

جب فرعون نے محسوس کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بہت پُرتاثیر ہے اور فرعون آپؑ کے دلائل کا جواب دلائل سے نہیں دے سکتا تو اس نے فرعونی ملاؤں کے مشورے پر حضرت موسیٰؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ یہ بھی تاریخ کا عجیب و غریب المیہ ہے کہ جس کا اپنا عقیدہ مشکوک ہو اور جس کی قوم کے لوگ مختلف پروہتوں اور مختلف بتوں کے پجاری ہوں وہ ایک ایسے مذہب کے بانی و پیغمبر کے خلاف کفر کا فتویٰ لگا رہا تھا جو ایک عقیدے اور ایک نظریے پر قائم تھے اور خدائے واحد کے پرستار تھے۔

آمر اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لئے مذہب کو بطور حربہ استعمال کرتے چلے آئے ہیں

اگرچہ فرعون دیندار اور اپنے مذہب کے محافظ ہونے کا مدعی تھا لیکن اس میں تو شک نہیں کہ وہ خود کو قادرِ مطلق اور ربِّ اعلیٰ قرار دیتا تھا اس کے باوجود مندروں میں جھکتا اور بتوں پر چڑھاوے چڑھاتا تھا۔ ایسے شخص کی زبان سے مومنین و موحدین کے خلاف فتویٰ

کفر دین اور تاریخ کے ساتھ کتنا بڑا مذاق ہے مگر اپنے وقت کے اس آمر نے یہ مذاق کیا چنانچہ قرآن حکیم نے اس کے فتاوائے کفر درج فرمائے ہیں ایک جگہ وہ حضرت موسیٰ کے بارے میں کہتا ہے انی لاظنہ کاذباً

(المومن آیت نمبر ۳۶)

میں موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔

یہاں فرعون نے حضرت موسیٰ کو صرف کاذب کہنے پر اکتفا کیا۔ اس کے بعد اگلا قدم بڑھایا اور بڑی دریدہ ذہنی سے فتویٰ دیا کہ

"وانت من الکافرون"۔

(سورہ الشعراء آیت نمبر ۱۶)

اور (اے موسیٰ) تو کافروں میں سے ہے

یہاں اس نے صاف الفاظ میں حضرت موسیٰؑ اور آپ کی جماعت کو کافروں کی جماعت قرار دیا۔ اس کے اس اعلان اور فتویٰ سے اس کی قوم کے علماء ساحروں اور سرداروں حتیٰ کہ عوام تک نے انکار نہیں کیا اس لئے یہ فتویٰ صرف فرعون کا نہیں بلکہ پوری قوم فرعون کا فتویٰ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب فرعون کی قوم پر سات مختلف قسم کے عذاب آئے تو ساری قوم ان کی لپیٹ میں آگئی۔

عبادات کے دروازے بند

فرعون اور اس کی قوم کے علماء ایک بنیادی غلطی کر چکے تھے کہ حضرت موسیٰ اور آپ کے ماننے والوں کو کافر قرار دے چکے تھے۔ دوسری غلطی اس کا لازمی نتیجہ تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ اور آپ کے متبعین پر عبادت کے دروازے بند کر دیئے گئے کہ کافروں کو خدا اور اس کے پیغمبر کا نام لینے کا کیا حق تھا؟ قرآن کریم سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی جماعت پر عبادات کے معاملہ میں بھی سخت تنگی وارد کی جس پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ ہدایت کی گئی کہ:۔

اول:۔ اپنی جماعت کے لئے علیحدہ عبادت کی جگہیں یعنی "بیوت" مقرر کرو۔

دوم: اُن بیوت کو قبلہ رُخ بناؤ۔

سوم: ان بیوت میں اقامت الصلوٰۃ کا اہتمام کرو۔ البتہ ایک بات غور طلب ہے شاید غور و فکر کے بعد اس کا جواب کسی کے ذہن میں آجائے کہ یہاں اقامت الصلوٰۃ کو بیوت سے کیوں وابستہ کیا گیا جبکہ اقامت الصلوٰۃ کے ساتھ بظاہر مسجد کا تعلق ہے لیکن مسجد کا لفظ استعمال کرنے کی بجائے بیوت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

فرعونیوں کا بت۔ جس کا چہرہ انسان کا اور دھڑ شیر کا ہوتا۔

مومنین صادقین پر پابندی لگا دی گئی تھی کہ وہ عبادت گاہوں میں جا کر نماز ادا نہ کریں

چہارم: جب ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے والوں کو یہ ہدایت تھی کہ گھبرانا نہیں کیونکہ ایسے حالات کے اندر تمہاری کامیابی مضمر ہے۔ اور یہ مفہوم درج ذیل آیت کے جملہ "وبشر المؤمنین" سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ آیت جسمیں حضرت موسیٰؑ کو مندرجہ بالا ہدایات دی گئی تھیں وہ یوں ہے

واوحینا الیٰ موسیٰ واخیہ ان تبوء القوم کما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتکم قبلۃ واقیمو الصلوٰۃ وبشر المومنین (یونس آیت نمبر ۸۶)

"ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی (ہارونؑ) کی طرف سے وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ساتھیوں کے لئے مصر میں کچھ گھروں کو مخصوص کرلو اور ان گھروں کو قبلہ رخ بناؤ اور (انہی گھروں میں) میں دیا قاعدگی سے نماز ادا کیا کرو اور مومنوں کو (آخر کار کامیابی) کی بشارت دیدو"

آیت محولہ بالا کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے خلاف یہ پابندی عائد کردی تھی کہ وہ کسی خاص اور معروف جگہ اکٹھے ہوکر عبادت نہیں کرسکتے جس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کو یہ ہدایت حاصل ہوئی کہ تم اپنے گھروں کو ہی قبلہ قرار دے لو اور اقامۃ الصلوٰۃ کا فریضہ ادا کرو۔ چنانچہ مشہور عالم و مؤرخ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اپنی تحقیقی کتاب "قصص القرآن" میں لکھتے ہیں کہ

"حضرت موسیٰؑ نے مسلمانوں (حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والوں) سے کہا کہ فرعون کے مظالم کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا کہ وہ بنی اسرائیل اور قبطی مومنوں کو آزادی کے ساتھ مصر سے چلے جانے پر راضی نہیں ہوا اس لئے خدا کے فیصلے تک تم سرزمین مصر ہی میں اپنے گھروں کو مساجد بنا لو اور ان کو قبلہ رخ کرکے خدائے واحد کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ"۔ (قصص القرآن حصہ اول ص۴۰۶ مولفہ مولانا حفظ الرحمٰن)

کافروں نے
مومنینِ صادقین کو کافر
قرار دے کر تاریخ اور
مذہب دونوں
سے مذاق کیا تھا

سفید مرغ کی اذان

فرعون ایک ایسا ظالم اور جابر بادشاہ تھا کہ اس کے بارہ میں پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ وہ برسراقتدار آکر بنی اسرائیل پر ظلم کرے گا اور اس کے زمانے میں سفید مرغ اذان دینا بند کردیں گے چنانچہ "روضۃ الصفا" میں لکھا ہے کہ "فرعون کے تخت نشین ہوتے ہی سفید مرغوں نے دم سادھ لیا اور اذان کہنا بند کردیا۔ فرعون کے اس عمل سے بنی اسرائیل اور گھبرا گئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام یہ خبر دے گئے ہیں کہ ۴۰۰ سال کے بعد اس مصر میں ایک فرعون حاکم ہوگا جو بنی اسرائیل کے لئے عذاب الیم قرار پائے گا اور اس کی پہچان یہ ہوگی کہ سفید مرغ بانگ دینا بند کردیں گے" (روضۃ الصفا جلد اول ص۱۴۳ بحوالہ تاریخ اسلام حصہ اول ص۳۴۸ از سید نجم الحسن کراروی)

سفید رنگ کے مرغ کے بانگ نہ دینے سے ایسے لوگوں کا بانگ نہ دینا ہی مراد ہو سکتا ہے جو بزرگ اور عمر رسیدہ ہوں کیونکہ علم روحانیات میں سفید رنگ نیکی، تقویٰ اور امن پسندی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے گویا اس آمر نے اپنے عہد کے حق پرستوں کو عبادت کیلئے جمع ہونے کا اعلان کرنے پر پابندی لگادی تھی۔ ان مظالم کے نتیجے میں قوم فرعون پر پے در پے عذاب نازل ہوئے جن کی تفصیل آئندہ باب میں پیش کی جائے گی۔

فرعون کی نفسیاتی کیفیت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس فرعون (رعمیس دوم) کے محل میں پرورش پائی تھی اپنے ظلم و ستم اور سفاکی کے لحاظ سے وہ دنیا کا سب سے بڑا ظالم شخص تھا۔ یہی وہ فرعون ہے جو بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ اس نے حکم دے دیا تھا کہ اسرائیلی عورتیں جب بچہ جنیں اور وہ لڑکا ہو تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے لیکن حکمت الٰہی کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام قتل ہونے سے بچ گئے اور اسی فرعون کی بیوی کے دل میں خدا نے جذبۂ رحم پیدا کر دیا اس نے حضرت موسیٰ کو اپنا متبنیٰ بنا لیا۔

جب حضرت موسیٰؑ جوان ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ فرعون بنو اسرائیل پر بڑے ہی سخت انسانیت سوز ظلم کر رہا ہے۔ تورات ہمیں بتاتی ہے کہ بنو اسرائیل کو بیگاریں پکڑا جاتا تھا ان سے سخت کام لئے جاتے تھے ایک اور تاریخی روایت کے مطابق اس شدید مشقت کے عوض انہیں کھانے کے لئے سارے دن میں دو روٹیاں اور پیاز کی ایک گانٹھ دی جاتی تھی۔ تورات میں بنو اسرائیل پر فراعین مصر کے مظالم کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس کے مطابق مصر کے دو بڑے شہر تنہا بنی اسرائیل سے بیگار میں تعمیر کروائے گئے۔ معاشی اور جسمانی استحصال کی یہ بدترین مثال ہے چنانچہ تورات بتاتی ہے کہ:۔

بیگار کی اذیت

"انہوں (فرعون اور اس کے سرداروں) نے ان (بنو اسرائیل) پر بیگار لینے والے مقرر کئے جو ان سے سخت کام لے کر ان کو ستائیں (اذیتیں دیں) سو انہوں نے فرعون کے لئے شہر "پتوم" اور "رعمیس" بنائے، پر انہوں نے جتنا ان کو ستایا وہ اتنا ہی زیادہ بڑھے اور پھیلتے گئے اس لئے وہ لوگ بنی اسرائیل کی طرف سے فکرمند ہو گئے اور مصریوں نے بنی اسرائیل پر تشدد کر کے ان

سے کام کرایا اور انہوں نے ان (بنو اسرائیل) سے سخت محنت سے گارا اور اینٹ بنوا بنوا کر اور کھیت میں ہر قسم کی محنت لے لے کر ان کی زندگی تلخ کی، ان کی سب خدمتیں جو وہ ان سے کرتے تھے تشدد کی تھیں۔"

(تورات۔ خروج، باب نمبر ا آیت ۱۱ تا ۱۴)

ظاہر ہے کہ "پتوم" اور "رعمسیس" نامی شہروں کی تعمیر حضرت موسیٰؑ سے پہلے کا واقعہ ہے لیکن حضرت موسیٰؑ کے علم میں تو یہ بات آگئی ہوگی کہ یہ دونوں عظیم الشان شہر ان کی قوم کے مظلوموں سے بیگار لے کر تعمیر کروائے گئے ہیں۔ خود حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں فرعون (رعمسیس دوم) اور فرعون (منفتاح) دونوں بنو اسرائیل پر سخت ظلم کر رہے تھے اور ان سے بدستور سخت بیگار لی جا رہی تھی۔ ذہنی اور جسمانی طور پر وہ سخت اذیت میں مبتلا تھے۔ فرعونی ذرا ذرا سی بات پر بنو اسرائیل کے افراد کو پکڑ لیتے اور سخت جسمانی اذیتیں پہنچاتے ایسے ہی ایک واقعے میں خود حضرت موسیٰؑ کو مداخلت کرنی پڑی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب حضرت موسیٰ جوان ہو چکے تھے۔ وہ بڑے قوی الجثہ بہت وجیہہ اور طاقتور انسان تھے۔ ایک روز ایک سڑک پر سے ان کا گزر

فرعون بنو اسرائیل کی روز افزوں
تعداد سے فکر مند ہو گیا تھا۔ وہ
انہیں تشدد کا نشانہ بناتا
ان پر سخت گیر لوگوں کو مقرر کرتا
جو ان سے تشدد سے بیگار لیتے

ہوا دیکھا کہ ایک فرعونی نے ایک اسرائیلی کو پکڑ رکھا ہے اور وہ اسے بری طرح مار رہا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰؑ کو اپنی امداد کے لئے پکارا۔ آپ نے مظلوم اسرائیلی کو فرعونی کی گرفت سے چھڑانے کیلئے اس کے ایک مکا رسید کیا۔ مکا حضرت موسیٰ جیسے طاقتور کا تھا فرعونی اس کی

فرعون نے حضرت موسیٰؑ
کے مقدس مشن کو ناکام
بنانے کی غرض سے
دو مرتبہ آپؑ کو قتل
کرنے کی کوشش کی۔

تاب نہ لا سکا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا ہرگز نہ تھا۔ یہ حادثہ اتفاقی طور پر پیش آیا۔ آپ کو اس واقعے کا بہت دکھ ہوا اور آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کیا۔ خداوند تعالیٰ نے جو دلوں کا حال جانتا ہے حضرت موسیٰؑ کی توبہ قبول فرمائی اور معاف فرما دیا (یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ القصص میں بیان فرمایا ہے۔

اسی بدبخت اسرائیلی کے ذریعے جس کو بچانے کی خاطر آپ کے ہاتھوں غیر ارادی طور پر فرعونی قتل ہو گیا تھا یہ خبر فرعون اور اس کے درباریوں تک پہنچ گئی اور وہاں سے آپ کے قتل کا حکم جاری ہو گیا تھا۔ ایک نیک دل شخص نے جو فرعون کی مجلس شوریٰ کا رکن تھا اور آل فرعون سے تعلق رکھتا تھا حضرت موسیٰؑ کو اطلاع دے دی کہ آپ فوراً کسی ایسی جگہ منتقل ہو جائیں جو فرعون کی حدودِ سلطنت سے باہر ہو ورنہ آپ قتل کر دیئے جائیں گے چنانچہ آپ مصر سے سفرِ ہجرت کر کے مدین چلے گئے۔

اس واقعے کے بعد فرعون اور اس کے درباریوں کا غصہ حضرت موسیٰؑ اور آپ کی قوم پر اور بھڑک اٹھا اور جب حضرت موسیٰؑ دوبارہ مصر
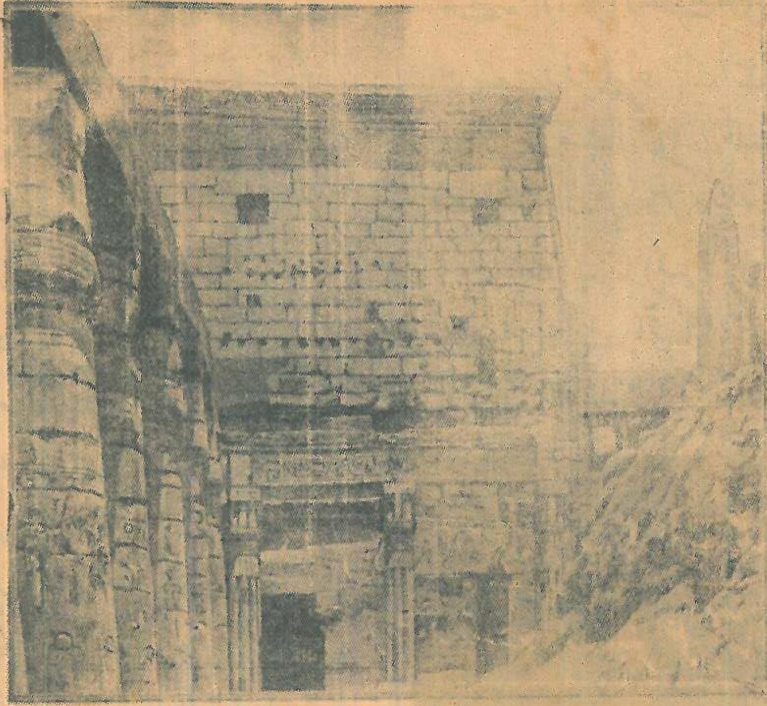
تشریف لے گئے اور فرعون کو دعوتِ حق قبول کرنے کی تلقین کی تو اس نے حضرت موسیٰ اور آپ کی قوم کا بڑی حقارت سے ذکر کیا۔ چنانچہ قرآن حکیم اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

ان ھٰؤلاء لشرذمة قلیلون ○ وانھم لنا لغائظون ○

(الشعراء آیت نمبر ۵۳ و ۵۴)

(یہ لوگ (اسرائیلی) تو قلیل تعداد میں ہیں اس کے باوجود یہ لوگ ہمارے غصے کو بھڑکا رہے ہیں)

مذہب کی تاریخ میں اکثر ایسا ہوا جب ایک مذہبی آمر اور جابر حکمراں کی طرف سے اپنے مخالفوں کو اقلیتی جماعت ٹھہرایا گیا اور کہا گیا کہ یہ اقلیت ہمارے مذہب کے خلاف اپنے نظریات کی تبلیغ و اشاعت کر کے ہمارے جذبات مجروح کر رہی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا چنانچہ قرآن حکیم نے اس واقعے کی طرف سورۃ المومنین کی آیت نمبر ۲۷ میں ارشارہ کیا ہے۔ گویا فرعون، اس کے سرداروں اور مذہبی اجارہ داروں نے حضرت موسیٰ کو دو بار قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر مومنین صادقین کی جماعت کو کافر قرار دیا اسے اقلیت

فرعون (رعمسیس سوم) کا مقبرہ

ہونے کا طعنہ دیا۔

تاریخ مذاہب کا یہ بھی عجیب واقعہ ہے کہ ایک طاقتور اکثریت ایک کمزور اقلیت سے خوفزدہ تھی اسے اپنے مذہبی نظریات اور اپنے اقتدار

فرعون نفسیات کا مریض تھا کبھی حضرت موسیٰ کی قوم کو ملک میں منتشر کرنے کا حکم دیتا، پھر ڈر کر انہیں منتشر ہونے سے روک دیتا کبھی انہیں ملک سے نکل جانے کا حکم دیتا اور پھر خود ہی ان کا راستہ روک لیتا

کے لئے خطرہ سمجھتی تھی لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ محض تائیدِ ایزدی سے نہ کسی انسانی کوشش و تدبیر سے یہی اقلیت فتحیاب ہوئی اور اکثریت کا لاؤ لشکر مع اپنے آمر ذلیل و خوار ہو کر عبرتناک موت سے دوچار ہوا۔

فرعون کی نفسیات

مصر کا یہ آمر عجیب و غریب فطرت لے کر آیا تھا۔ اپنے تمام دنیاوی جاہ و جلال اور قوت و اقتدار کے باوجود سخت نفسیاتی مریض تھا۔ آج کے ماہرین نفسیات اگر اس کے کیس پر غور کریں تو آمر کی نفسیات کے بہت سے عقدے حل ہو سکتے ہیں۔ ایک طرف اس کا دعویٰ تھا کہ میں سب

سے بڑا رب ہوں دوسری طرف اپنے آپ کو سورج دیوتا کا مظہر قرار دیتا تھا، مندر میں جاکر پرستش کرتا تھا۔ بنو اسرائیل کو حقیر اقلیت قرار دیتا تھا، اسی حقیر اقلیت سے خوفزدہ تھا۔ ان سے نجات حاصل کرنے کیلئے انہیں ملک کے مختلف حصوں میں منتشر کر دیتا تھا، پھر ان کے منتشر ہونے سے فکر مند ہوجاتا تھا، کبھی انہیں ملک سے نکل جانے کا حکم دیتا تھا جب وہ مصر سے روانہ ہوتے تو گھبرا اٹھتا اور ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتا تھا۔ قرآن حکیم نے اس کی اس نفسیاتی کیفیت کا مختلف مقامات پر تذکرہ فرمایا ہے۔

فاراد ان یستفزھم من الارض

(بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۰۳)

(پھر اس فرعون نے) ان (حضرت موسیٰ اور بنو اسرائیل) کو اپنی سرزمین سے نکال دینے کا ارادہ کرلیا۔

جب کچھ عرصہ کے بعد بنی اسرائیل کثرت سے ادھر ادھر جانے لگے تو فرعون غضبناک ہوگیا۔ چنانچہ "فرعون و کلیم کی داستانِ کشمکش" کے صہ ۲۵ صہ ۲۶ پہ فرعون کے غصے کا تجزیہ یوں کیا گیا ہے۔

اسے یہ ناگوار گزرا کہ حضرت موسیٰ اور ان کے پیرو فرعونی نظام کے آگے سر اطاعت خم کردینے کی بجائے ملک سے خروج کر رہے ہیں۔ اس کا یہ غصہ دو باتوں سے مرکب تھا ایک یہ کہ بنی اسرائیل کی ہجرت سے باقی ماندہ باشندگان ملک کے اندر بھی استبداد کے خلاف بغاوت کا جذبہ ابھر آئے گا اور فرعونی اقتدار کی چولیں ڈھیلی پڑ جائیں گی۔

> فرعون ایک ہی وقت میں میں خود کو ربِ اعلیٰ کہتا، سورج دیوتا کا مظہر بھی خود کو ٹھہراتا اور مندر میں جاکر پرستش بھی کرتا۔

فرعون کے خدشات

فرعون کی پالیسیوں میں یہ امر بھی شامل تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی جماعت پر کڑی نگاہ رکھتا تھا اور پوری طرح چوکنا رہتا تھا۔ اس پہلو کا ذکر اس آیت میں پایا جاتا ہے

"وانا لجمیع حذرون"

(الشعراء آیت نمبر ۵۶)

کہ ہم ایک ہوشیار جماعت ہیں اس لئے ہمیں موسیٰ کی کارروائیوں سے چوکنا رہنا چاہئے۔

"فرعون و کلیم کی داستانِ کشمکش" کے صفحہ نمبر ۸ پر اس آیت کے بارہ میں لکھا ہے:

سلف میں سے ایک گروہ نے اس کو حذرون بھی پڑھا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہر وقت اسلحہ سے لیس رہتے ہیں اس لئے سرکار چاہتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بالکلیتہ بیخ کنی کردی جائے اور ان لوگوں کے تمام اڈے فنا کردیئے جائیں۔

(ابن کثیر جلد نمبر ۳ صہ ۲۳۵)

ثانیاً ہوسکتا ہے کہ بنی اسرائیل سازوسامان سے لیس ہوکر باہر سے سلطنت فرعون پر حملہ کردیں۔ بہرحال جابر و ظالم آمر طرح طرح کے اندیشوں میں گھرا رہتا ہے اور اپنے ظلم و ستم کی بناء پر اسے ہر وقت یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہ کوئی ہاتھ اسے ناگہانی طور پر کیفر کردار تک نہ پہنچادے۔ فرعون کی بوکھلاہٹ بھی اسی نفسیاتی کیفیت کا مظہر تھی۔

چنانچہ فرعون کا اپنی فوجوں کے ہمراہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر تک تعاقب کرنا اسی بوکھلاہٹ کا نتیجہ تھا۔

فرعون کے مندر کے کھنڈرات

فرعون پر قہرِ الٰہی

اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس تین پیغامات دے کر بھیجا تھا اول اپنے جھوٹے دعوئ ربوبیت سے باز آ جاؤ اور خدائے واحد کے حقیقی پرستار بن جاؤ' دوم۔ حضرت موسیٰ ؑ کی نبوت پر ایمان لے آؤ سوم۔ ظلم و سرکشی ترک کرو اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کے میرے (حضرت موسیٰ کے) ساتھ بھیج دو مگر فرعون اور اس کی قوم نے اللہ کے ایک مامور اور انسانیت کے نجات دہندہ کو جھٹلایا' آپ پر ایمان لانے والوں کو قتل کیا' ان پر معاشی ترقی کے راستے مسدود کر دیئے' ان کی عبادات پر پابندی لگا دی' حضرت موسیٰ پر کفر کا فتویٰ لگایا تب اللہ تعالےٰ کا غضب بھڑک اٹھا اور فرعون پر وقفے وقفے سے عذاب نازل ہونا شروع ہو گیا۔ یہ وقفہ اس لئے ہوتا تھا تاکہ ایک عذاب سے عبرت حاصل کر کے وہ دوسرے عذاب سے بچ جائیں۔

فرعون کی سخت دلی

عجیب بات ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر جب ایک عذاب نازل ہوتا تو وہ چیخ اٹھتے اور حضرت موسیٰ سے کہتے کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے مگر جب عذاب ٹل جاتا تو پھر اسی سرکشی اور نافرمانی پر اتر آتے۔ تورات اور قرآن کریم دونوں نے فرعون اور آلِ فرعون پر آنے والے عذابوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق ان پر سات عذاب نازل ہوئے فرمایا

فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم آیت مفصلات فاستکبروا وکانوا قوما مجرمین (الاعراف آیت ۱۳۲)

یعنی ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون۔ یہ الگ الگ نشانات تھے پھر بھی انہوں نے تکبر اختیار کیا اور وہ مجرموں کی قوم بن گئے۔

اس سے قبل کی آیات میں فرعون اور اس کی قوم پر دو عذابوں کا ذکر فرمایا

ولقد اخذنا ال فرعون بالسنین ونقص من الثمرات لعلهم یذکرون ٥ (الاعراف آیت ۱۲۹)

اور ہم نے پکڑ لیا فرعون کی قوم کو قحطوں اور پھلوں کی پیداوار کے نقصان (کے عذاب) میں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

آمر کی نحوست

قرآن کریم کی ان آیاتِ مبارکہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب کسی قوم پر بدکردار اور ظالم آمر مسلط ہو جاتا ہے جو قوم کے کمزور طبقوں پر ظلم و ستم کرتا ہے اور قوم بھی اس سے اختلاف نہیں کرتی تو خداوند تعالےٰ آمر کی نحوست کی وجہ سے اسے اور اس کی قوم کو طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار کر لیتا جن کی سات صورتیں قرآن کریم نے (فرعون کے ضمن میں) بیان فرمائی ہیں۔

اول بارشوں کا نہ ہونا جس کے نتیجے میں قحط پڑ جانا، دوم پھلوں کی پیداوار میں کمی آجانا، سوم طوفانِ بادو باراں اور بے وقت کی بارشیں جن سے فصلوں کا تباہ ہو جانا، ٹڈیوں کی افزائش جن کے ہاتھوں فصلوں کی تباہی جوئیں اور مینڈکوں کا عذاب اور خون کی بیماری جس کے بارے میں بعض مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے مومنین صادقین پر ظلم کرنے کی سزا کے طور پر آل فرعون ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے جسے جریان خون کہتے ہیں چنانچہ

> **فرعون کا عہدِ حکومت**
>
> **قتل و غارت گری**
>
> **بد امنی، طوفانِ بادو باراں**
>
> **قحط اور مصائب و آلام کا دور تھا۔**

کتابِ مقدس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے فرمایا گیا کہ:۔

"فرعون اور اس کے سب نوکر اور سب مصری رات ہی کو اٹھ بیٹھے اور مصر میں بڑا کہرام مچا کیونکہ ایک بھی گھر ایسا نہ تھا جس میں کوئی نہ مرا ہو۔

(کتاب خروج باب نمبر ۱۲ آیت نمبر ۳۰)

گویا آلِ فرعون میں رات کے وقت اچانک کوئی ایسی بیماری پھیل گئی جس نے مصر کے ہر گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ بیماری جریان خون کی بھی ہو سکتی ہے۔ ایک تفسیر کے مطابق اس سے مراد فتنہ و فساد ہے یعنی آلِ فرعون کا باہمی خونریزی میں مبتلا ہو جانا۔ گویا ملک سے امن و امان رخصت ہو گیا تھا اور لوگ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگے تھے۔

ایک ممتاز عالم اور مصنف نے آل فرعون پر نازل ہونے والے بعض عذابوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

عذابِ قمل سے متعلق حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ وہ کیڑا مراد ہے جو اناج میں پیدا ہو کر اس کو خراب کر دیتا ہے (اردو میں اس کو سُرسُری کہتے ہیں) انہی کی ایک روایت ہے کہ اس سے وہ ٹڈی مراد ہے جس کے پَر نہیں ہوتے اور وہ بھی غلہ کو گھن لگا دیتی ہے۔ ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ جوں کی طرح کا ایک کیڑا ہوتا ہے جو اونٹوں میں ہلاکت پیدا کرتا ہے اور راغبؒ اصفہانی کہتے ہیں کہ اس سے مراد چھوٹی مکھی ہے جو انسانی صحت کے لئے بے حد مضرت رساں ہے۔"

(قصص القرآن ص۲۱۴ فٹ نوٹ)

جرائم پیشہ معاشرہ

ان تمام آیات الٰہی اور ان کی

تفسیروں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مصر کے اس آمر نے جب مومنین صادقین کی اقلیت پر زندگی اجیرن کردی، ان کا خون ناحق کیا، ان کا معاشی استحصال کیا، ان کو خدائے واحد کی اعلانیہ عبادت سے روک دیا تو قہر الٰہی ان پر بھڑک اٹھا اور وہ بے وقت کی بارشوں، سخت ژالہ باری، قحط اور خون خرابے میں مبتلا کر دیئے گئے اور وہ وکانوا قوما مجرمین

(یونس آیت نمبر ۷۴)

اور مجرمین کی قوم بن گئے

مجرم کے چار معنی ہیں اول خدا سے ان کا رشتہ کٹ گیا اگرچہ وہ خود کو خدا کا پیارا ہی کہتے رہے۔ دوم آپس میں ان کے رشتے کٹے ہوئے تھے۔

سوم۔ معاشرے میں کوئی مروت اور خیر سگالی باقی نہیں رہی تھی۔

چہارم جرائم بے انتہا بڑھ گئے تھے یعنی چوریاں، ڈاکے، قتل و غارت، اغوا، زنا۔ یہ وہ علامات ہیں کہ جب کسی معاشرے میں بکثرت رونما ہو جائیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس معاشرے پر کسی بدترین آمر کا تسلط ہے۔

فرعون کی منافقت

فرعون اس حقیقت سے خوب واقف تھا کہ وہ نہ خدا ہے نہ خدا کا مظہر کیونکہ جو لوگ خدا کے مظہر ہوتے ہیں وہ کبھی ظلم و جبر کا راستہ اختیار نہیں کرتے لیکن فرعون ساری عمر ظلم و ناانصافی کی راہ پر گامزن رہا۔ اسے اس حقیقت کا پوری طرح ادراک ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ اپنے دعوے میں صادق ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لایا کیونکہ اس صورت میں اسے اپنے اقتدار سے محروم ہو جانے کا خطرہ تھا۔ یہی منافقت ہے کہ ایک بات کو حق و صداقت سمجھتے ہوئے اسے قبول کرنے سے انکار کر دینا۔ چنانچہ قرآن کریم فرعون کی منافقت کی شہادت دیتا ہے۔

> فرعون پر اس لئے قہر الٰہی
> نازل ہوا کہ اس نے
> مومنین صادقین پر ظلم کئے
> کمزوروں کو تشدد کا نشانہ بنایا
> اظہار رائے کا حق سلب کر لیا

فلما جآءتھم اٰیٰتنا مبصرۃ قالوا ھٰذا سحرٌ مبین ٥ وجحدو بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا ط

(النمل آیت ۱۲ تا نمبر ۱۳)

(پس جب ان (موسیٰ اور اس کے ساتھیوں) کے پاس ہمارے نشانات آئے جو آنکھیں کھول دینے والے تھے تو انہوں نے کہا یہ تو جادو ہے کھلا کھلا اور انہوں نے ظلم اور ناانصافی سے ان (نشانات) کا انکار کیا لیکن ان کے دل ان کو مان چکے تھے) اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب ان پر پہلی بار عذاب آیا تو انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے التجا کی آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ٹل جائے گویا وہ دل سے حضرت موسیٰ کو سچا اور من جانب اللہ یقین رکھتے تھے ورنہ دعا کی التجا کبھی نہ کرتے۔

آمروں کی یہی پہچان ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے قوم کو ظلم اور ناانصافی کے ساتھ اپنا غلام بنا لیا ہے ان کے دل اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں کہ ان کے مخالفین جو دلائل پیش کر رہے ہیں وہ حق و صداقت پر مبنی ہیں مگر جانتے بوجھتے فرعون کی طرح انہیں قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں کہ اسی میں ان کے ناجائز اور ظالمانہ اقتدار کے تحفظ کا راز پوشیدہ ہوتا ہے جو آمر جتنا بڑا منافق ہوتا ہے وہ اپنی منافقانہ روش سے اپنے اقتدار کو اسی قدر طول دیتا ہے لیکن آخر کار ظلم اور منافقت کا جہاز غرق ہو کر رہتا ہے اور حق و صداقت کے علمبردار کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

فرعون کا انجام

ہر آمر آخر وقت تک غرور اقتدار میں بدمست رہتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے اپنی حفاظت کے لئے اپنے اردگرد اتنے حصار قائم کر لیے ہیں کہ کسی کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا لیکن تقدیر الٰہی اس کی تدبیروں پر ہنس رہی ہوتی ہے۔ فرعون کو بھی اپنے غرق ہونے سے چند لمحات قبل تک اپنی طاقت پر غرور تھا اور وہ اپنے انجام کا احساس کرنے سے محروم اور بے خبر رہا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

فاتبعهم فرعون وجنوده بغياً وعدواً حتیٰ اذا ادركه الغرق۔

(یونس آیت نمبر ۸۹)

(ترجمہ) فرعون اور اس کے لشکر نے (حضرت موسیٰ اور آپ کے ساتھیوں کا) تعاقب کیا ظلم اور سرکشی سے یہاں تک کہ غرق ہونے کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔

فرعون جب غرق ہونے لگا تو اس نے دو باتوں کا اقرار کیا۔

اوّل: میں اس معبود حقیقی پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے جیسا کہ قرآن کریم نے اس کے قول کو نقل کیا ہے۔

قال امنت انه لا اله الا الذی آمنت به (یونس آیت ۸۹)

اس نے کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں اس معبود پر جس پر بنی اسرائیل ایمان لا چکے ہیں کہ اس کے سوائے کوئی اور معبود عبادت کے لائق نہیں۔

دوم: دوسرا اقرار اس نے یہ کیا کہ میں بنی اسرائیل کو نہ صرف مسلمان تسلیم کرتا ہوں بلکہ میں بھی اپنے آپ کو ان مسلمانوں میں شامل کرتا ہوں جیسا کہ اس نے کہا کہ

وانا من المسلمین (یونس آیت ۸۹)

اور میں فرمانبرداری کرنے والوں میں شامل ہوتا ہوں۔

فرعون کے ڈوبتے وقت کے اقراروں کے مقابل پر اللہ تعالےٰ نے اس سے یہ کہا کہ آج اتنا لمبا عرصہ گزر جانے کے بعد تجھے عقل آئی ہے۔ حالانکہ تو اس سے قبل ہر موقع پر ان دونوں باتوں کا انکار کرتا رہا اور میری نافرمانی پر کمربستہ رہا جیسا کہ فرمایا:

آلآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین (یونس آیت نمبر ۹۰)

ہم نے اس سے کہا کہ اب (ایمان لانے کا اقرار کرتا ہے) حالانکہ اس سے قبل تو سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں شامل رہا۔

اللہ کا وعدہ

فرعون نے ڈوبنے کی گھڑیوں میں جو اقرار کیا ان کی بناء پر اللہ تعالےٰ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا

فالیوم ننجیک ببدنک لتکون

لمن خلفك آیۃ (یونس آیت نمبر ۹۲)
کہ آج ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے تاکہ تجھ سے آئندہ لوگ عبرت حاصل کرتے رہیں۔

فرعون کے جسم کو محفوظ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی دو حکمتیں تھیں:۔

اوّل: تاکہ فرعون کے بعد رہتی دنیا تک جو لوگ آئیں فرعون کا جسم ان کیلئے عبرت کا نمونہ بنا رہے۔

دوم: فرعون کا جسم ہر اُس فرعون کے لئے بھی عبرت کا کام دے جو فرعون کے نقش قدم پر چلنے والا ہوگا جیسا کہ "لتکون لمن خلفک آیۃ" سے واضح ہوتا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ پہلے فرعون کو تو ڈوبنے کے وقت توبہ کی توفیق ملی لیکن آئندہ اس کے نقش قدم پر چلنے والے فرعون میں سے شاید کوئی ڈوبنے سے بہت پہلے فرعون کے جسم کو دیکھتے ہوئے توبہ کی توفیق پائے لیکن اگر عبرت کا نمونہ سامنے پا کر بھی وہ توبہ کی توفیق نہیں پاتا تو فرعون اوّل سے بھی فروتر نکلا کیونکہ اس کے سامنے تو عبرت کی کوئی مثال موجود نہ تھی۔

صداقت قرآن کا عجیب نشان

قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال قبل اس حقیقت کا پہلی بار اعلان کیا کہ فرعون کی نعش کو محفوظ کر دیا گیا ہے

تاکہ وہ آنے والی نسلوں کے لئے درس عبرت ثابت ہو۔ اس وقت کسی کو معلوم نہ تھا کہ فرعون کی لاش محفوظ ہے اور کون کہہ سکتا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب اسے تلاش کر لیا جائے گا، خود مصریوں کو بھی اس مقام کا علم نہ تھا جہاں فرعون کی نعش دفن تھی۔ وہ تو سرے سے فرعون کی غرقابی والے واقعے کے ہی منکر تھے چنانچہ قدیم مصری لٹریچر میں اس واقعے

آج سے چودہ سو سال قبل کون کہہ سکتا تھا کہ سمندر میں غرق ہونے والے شخص کی لاش محفوظ رہے گی

کو درج ہی نہیں کیا گیا تاکہ حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے مقابلے میں ان کی شکست ظاہر نہ ہو جائے۔

اسے قدرتِ خداوندی کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ فرعون سمندر میں غرق ہوا اور سمندر کی گہرائی کا کوئی اندازہ نہیں جا سکتا نہ سمندری مخلوق کی کثرت اور نوعیت کا آج تک کسی کو صحیح اندازہ اور علم ہو سکا۔ غالب امکان یہی تھا کہ جب فرعون سمندر میں غرق ہوا تو سمندری مخلوق اسے اپنا لقمہ بنا لیتی اور آج اس کا وجود بھی نہ ہوتا مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما چکا تھا اور قرآن حکیم نے پیش گوئی کر دی تھی کہ فرعون کی نعش محفوظ رہے گی، چنانچہ کچھ وقت کے بعد سمندر کے پانی نے اسے کنارے پر پھینک دیا۔ اس دوران کسی آبی جانور نے اس کی نعش کو کھانا چاہا چنانچہ اس کی ناک پر اس کا نشان آج تک موجود ہے اور صاف نظر آ رہا ہے کہ سمندری جانور نے اسے کھانے کی کوشش کی تھی مگر ناک کا تھوڑا سا حصہ ہی کھا سکا کہ پانی نے اس کا جسم باہر نکال کر پھینک دیا۔ فرعون کی ٹھوڑی کی ہڈی بھی ٹوٹی ہوئی ہے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دریائی گھوڑے یا کسی اور سمندری

جانور نے اسے چبانے کی کوشش کی مگر چونکہ اللہ تعالےٰ کا فیصلہ تھا کہ اس کا جسم محفوظ رہے گا' نہ صرف محفوظ رہے گا بلکہ آنے والی نسلیں اس کا تماشہ بھی دیکھیں گی۔ اس کا تماشا اسی صورت میں دیکھا جا سکتا تھا جب اس کی نعش کسی تماشہ گاہ میں تماشے کے لئے رکھی جاتی چنانچہ آج قاہرہ کے عجائب گھر میں جا کر جو چاہے اس کا تماشہ دیکھ سکتا ہے۔

"انبیائے قرآن" کے فاضل مؤلف نے فرعون کی لاش کی برآمدگی کے بارے میں کسی قدر تفصیل بیان کی ہے موصوف لکھتے ہیں کہ:۔

"انیسویں صدی کے اواخر تک فرعون منفتاح کی لاش یا مدفن کا کسی کو علم نہیں تھا۔ اس کو عجلت میں تھیبس (THEBES) کے مقام پر دفن کر دیا گیا۔ سنہ ۱۸۹۸-۹۹ء میں باب الملوک کی وادی کی کھدائی کے دوران میں "لوویٹ" "LOVET" نے اس کی لاش شاہ امین ہتیپ ثانی (AMENHETEP. II) کے مقبرے کے ذیلی کمرے سے برآمد کی کفن پر اس کا نام واضح حروف میں لکھا ہوا تھا جو اچھی طرح پڑھ لیا گیا۔ اس کی لاش ایک چوبی تابوت میں رکھی ہوئی تھی۔ پانچ چھ یورپین فاضلوں کی موجودگی میں یہ تابوت کھولا گیا تو

آمروں کو آخر وقت تک اپنی طاقت پر گھمنڈ رہتا ہے

کفن کی عبارت سے ثابت ہوا کہ وہ منفتاح ابن رعمسیس کی لاش ہے جو بحر قلزم میں ڈوب کر مر گیا (تھا) یہ لاش وہاں سے باہر لائی گئی اور اب وہاں کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔

منفتاح (فرعون موسیٰؑ) کا دوسرے فراعین مصر کی طرح کوئی علیحدہ مقبرہ نہیں بنایا گیا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کی موت اچانک اور قطعی غیر متوقع طور پر واقع ہوئی اور مصریوں نے اپنی شکست اور ذلت و رسوائی کو چھپانے کے لئے جلدی سے اس کی لاش کو حنوط کر کے (ایک دوسرے فرعون) شاہ امین ہتیپ کے مقبرہ ہی کے ایک کمرہ میں دفن کر دیا۔

(انبیائے قرآن جلد دوم صفحہ ۱۹۳ حاشیہ)

اس طرح قرآن کی صداقت ایک بار پھر سورج کی طرح روشن ہوگئی۔ اور اس کی ایک پیش گوئی اس عظیم الشان طریقے سے پوری ہوئی کہ ہر ظالم آمر اس سے عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ اگر اس کے بعد بھی وہ اپنی ظالمانہ روش پر قائم رہتا ہے تو اسے بھی اپنے انجام بد کا انتظار کرنا چاہیئے۔

نصرت الٰہی

فرعون کا غصہ اس بنا پر تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ماننے والے اللہ تعالےٰ کی طرف سے آنے والے نشانوں پر ایمان کیوں رکھتے ہیں اسی لئے وہ ان پر ظلم کرتا تھا گویا کوئی سیاسی تمدنی یا اخلاقی جرم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں نے نہیں کیا تھا۔ اگر جرم تھا تو صرف یہ کہ انہوں نے الٰہی نشانات کو قبول کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں نے فرعون سے کہا:۔

وما تنقم منا الا ان اٰمنا بآیات ربنا (الاعراف آیت نمبر ۱۲۵)

(ترجمہ) تو نے ہم میں کون سا عیب پایا سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں۔

چونکہ فرعون کا غصہ بیجا تھا اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کی مدد فرمائی۔ فرعون کے مظالم

میں جتنا اضافہ ہوتا حضرت موسیٰؑ اور آپ کی جماعت خدا تعالےٰ کے سامنے اتنا ہی جھکتی اور یہ دعائیں کرتی۔

اوّل : اے ہمارے خدا ہمیں فرعون کے مظالم برداشت کر کے ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما جس کا مطلب یہ ہے کہ مستقلاً صبر ان کی پالیسی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے

ربنا افرغ علینا صبراً

(الاعراف آیت نمبر ۱۲۵)

(ترجمہ) اے ہمارے رب ہم پر صبر نازل فرما (ہمیں ثابت قدم رکھ)

ان کی دوسری دعا یہ تھی اے خدا ہمیں اس حالت میں وفات دینا کہ ہم تیری نگاہ میں مسلمان ہوں۔ فرعون چاہے ہمیں مسلمان سمجھے یا نہ سمجھے چنانچہ فرمایا "وتوفنا مسلمین"

(الاعراف آیت نمبر ۱۲۵)

(ترجمہ) اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دیجیئے گا یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم فرعون کے ظلم و ستم کی وجہ سے راہِ استقلال سے ہٹ جائیں اور ہمارے قدموں میں لغزش پیدا ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے دشمن ہمیں کچھ بھی کہتے اور سمجھتے رہیں ہم مرتے دم تک آپ کی نگاہ میں مسلمان رہیں۔

ہے کوئی جو عبرت حاصل کرے؟

مومنوں کی آزمائش

فرعون کے مظالم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی جماعت پر بطور سزا نہیں تھے بلکہ بطور آزمائش کے تھے اور آزمائش کے دوران استقامت دکھلانے کے نتیجے میں ان کے لئے انعامات کے وعدے تھے۔ خدا تعالیٰ اس امر کا ذکر یوں فرماتا ہے

وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیم

(البقرہ آیت نمبر ۴۸)

(ترجمہ) (فرعون کے ہاتھوں تمہارے بیٹوں کو قتل کرنے اور بیٹیوں کو زندہ رکھنے میں) تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے بڑی آزمائش تھی"۔

گویا خداوند تعالیٰ فرعونیوں کے اس ظلم عظیم کو اس وقت کے بنی اسرائیل کے لئے سزا قرار نہیں دیتا نہ اسے عذاب سے موسوم کرتا ہے بلکہ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمہیں آزمائش میں ڈال دیا تھا تاکہ دیکھے کہ تم میں سے کتنے ثابت قدم رہتے ہیں اور کتنے خوف کی وجہ سے پھر جاتے ہیں۔

سنت الہٰی ابتدا سے یہی چلی آرہی ہے کہ جب اس کے مظلوم بندوں کی رستگاری کے سارے راستے بظاہر مسدود ہو جاتے ہیں اور دشمن ہر طرف سے ان مظلوموں پر یلغار کر کے انہیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ بس اب یہ نیست و نابود ہوئے اس وقت خدا تعالےٰ اپنے ان بے سہارا اور مظلوم بندوں کی مدد کرنے آتا ہے پھر وہ غیر ممکن کو بھی ممکن بنا کے دکھا دیتا ہے جیسا کہ

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ

فرعون کی لاش
مصر کے عجائب گھر
میں ہر فرعون کو
درسِ عبرت
دے رہی ہے

فرعون ۱۱ سال کے بعد ہلاک کر دیا گیا

کی جماعت کو کسی انسانی ہاتھ نے نہیں بچایا۔ انسانی تدابیر تو سب کی سب ناکام ہو چکی تھیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ اور آپ کے پیچھے چلنے والوں کو فرعون کے مظالم سے نجات دلانے میں کسی دنیاوی طاقت اور ظاہری انقلاب کا دخل نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی خاص حکمت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کی نجات اور فرعون کی تباہی کے سامان پیدا کئے۔

فرعون کی مدت حکومت

فرعون کی مدت حکومت کتنی تھی؟ اس موضوع پر تحقیق کے دوران حال ہی میں ایک نہایت مستند حوالہ ہمیں دستیاب ہوا جس سے ایک عجیب حقیقت منکشف ہوئی جو انسان کو حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ یہ ایک معتبر انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں رعمسیس دوم کی عمر اور اس کے عہدِ حکومت کے اعداد و شمار درج ہیں۔ رعمسیس دوم اس فرعون (منفتاح) کا والد تھا جو حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرتے ہوئے غرق ہوا تھا۔ انسائیکلوپیڈیا کا فاضل محقق لکھتا ہے کہ رعمسیس کا دور ۱۳۰۴ قبل مسیح سے لے کر ۱۲۳۷ قبلِ مسیح تک تھا یعنی ۱۲۳۷ قبل مسیح میں رعمسیس دوم فوت ہو گیا۔ (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن جلد ۵ صفحہ ۶۲)

گویا ۱۲۳۷ قبلِ مسیح میں رعمسیس دوم کا بیٹا منفتاح اپنے والد کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا منفتاح حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرتے ہوئے ۱۲۲۵ قبلِ مسیح میں ہلاک ہو گیا جیسا کہ قاہرہ کے عجائب گھر میں اس کی لاش کے ساتھ جو تختی رکھی ہوئی ہے اس پر اس کا حالِ وفات یہی (۱۲۲۵ قبلِ مسیح) درج ہے (جو اس شمارے کے صفحہ ۲ پر پڑھا جا سکتا ہے)

یہ سیدھا سادا حساب کا سوال ہے کہ:۔

فرعون (منفتاح) کی تخت نشینی۔ ۱۲۳۷ قبل مسیح
فرعون (منفتاح) کی موت۔ ۱۲۲۵ قبل مسیح
فرعون (منفتاح) کی مدت حکومت۔ ۱۲ سال

ثابت ہوا کہ فرعونِ موسیٰؑ گیارہ سال حکومت کرنے کے بعد بارھویں سال میں ہلاک ہو گیا۔ عجیب بات ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کرنے کے بعد گیارہ اور بارہ سال کے درمیانی عرصے تک حکومت کی۔ یہی مدت عہدِ رسالت کے فرعون (ابوجہل) کے اقتدار کی تھی یعنی گیارہ سال۔ اگرچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکی دور ۱۳ سال تھا لیکن ابوجہل نے ابتداً حضورؐ کی مخالفت نہیں کی کیونکہ تین سال تک حضورؐ کو پوشیدہ طور پر تبلیغ کرنے کا حکم تھا اور اس دور میں کسی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ تین سال گزر جانے کے بعد جب حضورؐ کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا کہ آپ تبلیغ عام کیجئے۔ اس وقت ابوجہل مقابلے پر آیا۔ اس طرح دس سال مکہ کے اور ایک سال مدینہ کا گویا گیارہ سال تک ابوجہل حضورؐ اقدس کی مخالفت کرتا رہا اور گیارہ سال کے بعد ہلاک کر دیا گیا۔

عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح فرعون تنہا غرق نہیں ہوا بلکہ اپنے لشکر کے ساتھ غرق ہوا جس میں اس کے بڑے بڑے جرنیل شامل تھے جو اس کے دست و بازو سمجھے جاتے تھے بالکل اسی طرح ابوجہل بھی تنہا ہلاک نہیں ہوا بلکہ اس کے بھی بڑے بڑے جرنیل ــــ جیسے حنظلہ، عقبہ، شیبہ، عتبہ اور ولید بھی اس کے ساتھ ہلاک ہو گئے۔ گویا عہدِ موسیٰؑ کے فرعون اور عہدِ رسالت کے فرعون (ابوجہل) میں بڑی مشابہت اور مماثلت تھی۔

کیا یہ مماثلت یہیں ختم ہو جاتی ہے؟ ایسا نہیں۔

"فرعون بُدھ کے دن ہلاک ہوا" (حدیثِ رسولؐ)

اللہ تعالیٰ کے نشانات کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بعض نشان بار بار دکھاتا ہے تاکہ گم کردہ راہ قوموں کو عبرت حاصل ہو اور وہ اپنے اعمال درست کر لیں۔ فرعون کا انجام ہی دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے جبروت اور قہر کا کتنا بڑا نشان تھا۔ یہ نشان ربّ قادر و توانا نے بار بار دکھایا مگر افسوس کہ نشہ اقتدار میں بدمست انسان اس سے کچھ بھی سبق حاصل نہ کر سکا سوائے کچھ سعید الفطرت لوگوں کے۔ اس نشان میں جو بار بار ظاہر ہوا فرعونِ موسیٰؑ اور اس کے بعد پیدا ہونے والے فرعونوں کے درمیان کئی مماثلتیں ہیں جو ہر فرعونِ وقت اور اس کے پرستاروں کے لئے اپنے دامن میں عبرت کے بڑے سامان رکھتی ہیں۔

بدھ کا دن

تاریخِ ادیانِ عالم میں بدھ کا دن قہرِ الٰہی کے ظہور اور اللہ کے مقربین کے لئے فتح و نصرت کا دن ہے۔ اس طرف سب سے پہلے ہادیٔ اسلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ہماری رہنمائی فرمائی چنانچہ حدیث میں آتا ہے :۔

(اخرج ابن مردویہ عن انس قال سُئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الایام وسُئل عن یوم الاربعاء قال یوم نحس قالوا وکیف ذاک یا رسول اللہ قال اغرق فیہ اللہ فرعون و قومہ واھلک عاداً و ثمود۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ص۱۲۵ تالیف حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ دار المعرفتہ بیروت)

(یعنی ایک ممتاز اور مقرب صحابیٔ رسولؐ حضرت) انسؓ بن مالک نے روایت کی کہ ایک شخص نے حضورؐ اکرم سے دنوں کے بارے میں سوال کیا پھر بُدھ کے دن کے بارے میں دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اس دن کی کیا کیفیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ بدھ کا دن منحوس ہے۔ اس دن فرعون مع اپنے لشکر کے ہلاک ہوا۔ پھر فرمایا بُدھ ہی کے دن قوم عاد ہلاک ہوئی اور بُدھ ہی کے دن قومِ ثمود ہلاک ہوئی۔

حضورؐ اقدس نے بدھ کا دن منحوس قرار دے کر اس حقیقت کیطرف اشارہ فرمایا کہ یہ دن فرعون اور اس کے ساتھیوں کے لئے، اسی طرح عاد اور ثمود کی قوموں کے لئے تو منحوس تھا کہ اس روز یہ قومیں ہلاک کر دی گئیں مگر یہی بدھ کا دن حضرت موسیٰؑ اور اقوامِ عاد و ثمود کے انبیاء کے لئے سعد اور مبارک تھا کہ بدھ کے دن ان مقدس انبیاء کی قبولیتِ دعا کے اشجار بار آور ہوئے اور ان کی فتح و کامرانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے جلالی نشان دکھائے۔

بدھ کی طرح محرم کے مہینے کو بھی حضورؐ اقدس نے عظمت و جلال کا مہینہ قرار دیا اور فرمایا کہ ماہِ محرم "شہر اللہ" ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ :۔

ای شہر تامرنی ان اصوم بعد شہر رمضان قال ان کنت صائما بعد شہر رمضان فصم المحرم فانہ شہر اللہ فیہ یوم تاب اللہ فیہ علی قوم ویتوب فیہ علی قوم آخرین (جامع الترمذی باب الصوم جلد اول ص۹۳ شائع کردہ امین کمپنی اُردو بازار دہلی)

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ) ماہِ رمضان کے بعد روزے رکھنے کے لئے کون سا مہینہ بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ماہِ رمضان کے بعد روزے رکھنے کے لئے محرم کا مہینہ ہے کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اس مہینے میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور اسی مہینے میں آخرین میں سے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائے گا۔

اس حدیث مبارکہ کے حاشیے پر شارحِ حدیث نے وضاحت کر دی ہے کہ اس مہینے (محرم) میں اللہ تعالیٰ نے قومِ موسیٰؑ کی توبہ قبول فرمائی تھی، اسے فرعون سے نجات دی تھی اور فرعون کو (مع اس کے لشکر کے) غرق کر دیا تھا۔

عجیب بات ہے اور مخبرِ صادق علیہ السلام کی روشن ضمیری اور عدیم المثال تعلق باللہ پر انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ آج سے چودہ سو سال قبل آپؐ نے اس حقیقت کا انکشاف فرما دیا کہ جس طرح محرم کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے

قومِ آخرین کا فرعون اور اس کا انجام

حضرت موسیٰؑ کی قوم پر اپنے فضل و کرم کے ساتھ مہربان ہوا اور اس کی توبہ قبول فرما کر اسے اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمایا اسی طرح آخر زمانے میں پیدا ہونے والی قوموں میں سے ایک قوم کے ساتھ اسی قسم کا معاملہ پیش آئے گا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اور امام ترمذیؒ کی دونوں حدیثوں کو ملا کر پڑھتے

(باقی صفحہ ۶ پر)

WEEKLY EHSAN

RL NO 8187

IST FLOOR LAHORE ART PRESS
BUILDING-15-NEW ANARKALI LAHORE.